جامعہ حقانیہ کا ترجمان

الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

مجلّہ

ذوالقعدۃ الحرام۔ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۴۳ھ / اکتوبر۔ نومبر ۲۰۱۳ء

بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

عم مکرم مولانا سید عبدالعلیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا سانحہ ارتحال--	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	3
درس حدیث----------	مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ	16
ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ----------	حضرت مولانا ابرار الحق حقی رحمہ اللہ تعالیٰ	18
محبت الٰہیہ اور فریضۂ حج----------	شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ	20
حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا سیاسی مسلک اور ایک شبہ کا ازالہ	فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ	31
علماء وطلبا کے لیے زریں نصائح----------	شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم	44
مصیبت وراحت کا فلسفہ----------	شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور مدظلہم	58
مدارس کے قابل احترام اساتذہ اور طلبہ کی خدمت میں-	حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم	63
مرزائیت عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے-------	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	68
مسائل قربانی----------	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	76
تذکرۂ رواۃ حدیث اول صحیح بخاری شریف------	مولانا ضیاء الرحمٰن جالندھری زید مجدہ	83
تعارف کتب----------	ع-ن-ت	90
اخبار الجامعہ----------	مولانا محمد آصف چنیوٹی	93

خط وکتابت کیلئے : دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048–6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر : جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ : رسالہ سے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-6769897

کلمۃ الحق　　مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

عم مکرم مولانا سید عبدالعلیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا سانحہ ارتحال

احقر کے عم ومکرم ومحترم جناب مولانا سید عبدالعلیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً دوسال سے مختلف امراض میں مبتلا اور دوماہ سے صاحب فراش چلے آرہے تھے، بالآخر ۲۴/اگست ۲۰۱۳ء بمطابق ۱۵/شوال المکرم ۱۴۳۴ھ جمعہ وہفتہ کی درمیانی شب بقضاء الٰہی وفات پاگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چچاجان مرحوم علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے، آپ کے والد ماجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ (المتولد ۱۳۱۵ھ المتوفی ۱۳۶۸ھ) فاضل جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور، تلمیذ رشید حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نوراللہ مرقدہ، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مفتی اور حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مجاز صحبت اور معتمد خاص تھے جبکہ دادا مرحوم حضرت سید محمد غوث گمتھلوی دہلی کے مشہور سند یافتہ حکیم حاذق اور فارسی زبان کے ماہر عالم اور نقشبندی سلسلہ میں حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی مرحوم سے بیعت تھے، اسی طرح آپ کے پردادا حضرت مولانا سید محمد عبداللہ ترمذیؒ دہلی کے سند یافتہ عالم دین اور سلسلہ نقشبندیہ میں خانقاہ دہلی کے سجادہ نشین حضرت شاہ ابوسعید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسترشد اور خاص متعلقین میں سے تھے۔ ان حضرات کے حالات احقر نے کتاب ''حیات ترمذی'' اور ''تذکرۃ الکریم'' میں لکھ دیے ہیں، تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

احقر کے جدامجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیام ۱۳۴۳ھ

بمطابق ۱۹۲۵ء تا ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۶ء کئی سال خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں رہا، چچا جان مرحوم کی ولادت اسی زمانہ میں تھانہ بھون ہی میں ہوئی آپ کی تاریخ پیدائش حضرت والد ماجدؒ نے اپنی بیاض خاص میں اپنے دست اقدس سے یوں تحریر فرمائی ہے:

''تاریخ پیدائش سید عبدالعلیم سلمہ برادر۔شب سہ شنبہ ۱۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۵ھ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر''۔اس تاریخ کے مطابق آپ کی ولادت کا مہینہ ستمبر اور عیسوی سن ۱۹۳۶ بنتا ہے۔

تھانہ بھون کے جس مکان میں آپ کی ولادت ہوئی اس کی دیوار حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکان کی دیوار کے ساتھ مشترک تھی، درمیان میں ایک بڑی کھڑکی بھی تھی جس سے اندرون خانہ خواتین کا آنا جانا رہتا تھا۔چچا جان کو یہ سعادت بھی حاصل تھی کہ ان کے کان میں پہلی اذان خود حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے کہی تحنیک فرمائی اور عبدالعلیم نام بھی آپ کا ہی تجویز فرمودہ ہے۔اپنی اس سعادت کے حصول پر وہ ہمیشہ غیر معمولی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ میں پیدائشی تھانوی ہوں، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشق زار حضرت حاجی محمد افضل صاحب پراچہ مرحوم کو جب معلوم ہوا کہ آپ کی پیدائش تھانہ بھون کی ہے انہیں بے انتہا خوشی ہوئی، انہوں نے چچا مرحوم سے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے ایک ملاقات کے موقع پر فرمایا کہ آپ اصل تھانوی ہیں۔حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک پرچہ پر میرے اور والد صاحب مرحوم کے نام کے ہم قافیہ چند نام جس میں عبدالعلیم، عبدالحکیم، عبدالعظیم۔اور عبدالغفور، عبدالصبور، عبدالنور وغیرہ نام تھے لکھ کر عطا فرمائے تھے، یہ پرچہ ایک عرصہ تک میرے پاس حضرت کا تحریر فرمودہ محفوظ

رہا اگرچہ یہ پرچہ بہت مدت بعد کاغذات میں گم ہوا لیکن اس پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تحریر فرمودہ نام خوب یاد ہیں، چچا مرحوم کے بعد حضرت جدامجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی، ان دونوں بھائیوں نے بعد میں یہ نام بطور استبراک اپنی اولاد کے رکھ لیے تھے۔

جس سال چچا مرحوم پیدا ہوئے اسی سال شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ میں بعمر چودہ سال حضرت والد صاحب نے اپنی یادداشت اور اہم تاریخی معلومات جمع کرنے کے لیے ایک بیاض بھی تیار فرمائی تھی جس کا تاریخی نام ''عظیم القدر'' رکھا گیا تھا، یہی تاریخی نام چچا جان مرحوم کا بھی ہے جس سے آپ کا سن ولادت ۱۳۵۵ھ برآمد ہوتا ہے۔

چچا جان مرحوم کی ولادت کے بعد اگرچہ دادا جان حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیام تھانہ بھون میں زیادہ نہیں رہا بلکہ شاہ آباد ضلع کرنال اور راجپورہ ریاست پٹیالہ دونوں جگہ مدارس کے قیام کی وجہ سے زیادہ تر قیام انہیں دونوں جگہ پر رہا لیکن انہیں جب بھی موقع ملتا تھانہ بھون حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے چچا جان مرحوم کو سفر میں ساتھ رہنے کی وجہ سے اس طرح حضرت کی زیارت کا موقع ملتا رہتا تھا۔ تھانہ بھون میں قیام کے زمانہ کا ایک واقعہ سناتے ہوئے حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں عبدالعلیم کو اپنی گود میں لے کر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا ہاتھ حضرت سے مصافحہ کے لیے آگے کیا، حضرت نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک رکھا اور مجھے فرمایا کہ بچوں کا مصافحہ یہاں ہوتا ہے۔

تھانہ بھون سے منتقل ہو کر شاہ آباد ضلع کرنال میں حضرت جدامجد نے پہلے مدرسہ قدوسیہ اور پھر مدرسہ حقانیہ کے نام سے اور راجپورہ ریاست پٹیالہ میں عربی مدرسہ کے نام

سے ایک دینی مدرسہ قائم فرمالیا تھا، یہ مدرسہ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ میں قائم ہوااور ذوالقعدہ ۱۳۵۶ھ بمطابق جنوری ۱۹۳۸ء میں حضرت جدامجد کوسفرحجاز پیش آ گیا،آپ بمع اہل وعیال حجازمقدس روانہ ہوئے ،اس سفرمیں احقر کے والد ماجداور چچامرحوم اپنے والدین کے ہمراہ تھے،حضرت والدصاحب کی عمراس وقت پندرہ سال اور چچامرحوم کی ڈیڑھ سال کے قریب تھی۔حضرت داداجان کا قیام چودہ ماہ حرمین شریفین میں رہادوحج کے بعدربیع الاول ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۹۳۹ء میں ان کی واپسی ہوئی۔چچامرحوم کی عمرواپسی کے وقت تین سال کے قریب تھی لیکن حق تعالیٰ نے آپ کوحافظہ اتناغضب کاعطا کیا تھا کہ حرمین شریفین کے اس زمانہ قیام کے بعض واقعات آپ کوخوب یاد تھے،حضرت والد ماجدرحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھےوالدہ ماجدہ مرحومہ نےطواف میں عبدالعلیم کوساتھ رکھااور بہت طواف کیے،اوران کی درازی عمرکی خوب دعائیں کیں چونکہ ان کی اولاد پیداہونے کے بعدفوت ہوجاتی تھی زندہ نہیں رہتی تھی اس لیےانہوں نے ان کے لیے بہت دعائیں کیں جوحق تعالیٰ نے اپنےفضل وکرم سےقبول فرمائیں۔

حجازمقدس سے واپسی پرزیادہ تر قیام شاہ آبادضلع کرنال رہاالبتہ والدہ مرحومہ کےساتھ اپنی ننہیال اڑدن راجپورہ ریاست پٹیالہ میں اکثر جانا ہوتا تھاسات سال کی عمر میں آپ کی والدہ صاحبہ ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۴ء میں انتقال کرگئیں،اس کے بعدزیادہ وقت آپ نے اپنی ننہیال میں گزارا،چونکہ والدصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سفرمیں آپ کوساتھ رکھتے تھےاس طرح آپ کوبچپن میں ہی بہت سے بزرگوں کی زیارت کاموقع مل گیا،حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ حضرت اقدس مولانا سیدحسین احمد مدنی، حضرت علامہ ظفراحمدعثمانی ،مفتی اعظم حضرت مفتی محمدشفیع دیوبندی،حضرت مولانا محمدادریس کاندھلوی،حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری،حضرت مفتی محمدحسن امرتسری رحمہم اللہ

تعالیٰ وغیرھم اکابر کی زیارت اوران کی مجلس میں حاضری کی سعادت آپ کوشروع سے ہی حاصل تھی اور پاکستان آنے کے بعد بھی بہت سے اکابر اور علماء کرام ومشائخ عظام سے آپ کاتعلق رہا۔ دیوبند میں حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت اوروہاں کا سفرآپ کوخوب یادتھا، اسی طرح جب مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی میں آپ کے والد ماجد بطور شیخ الحدیث رہے، آپ کا قیام بھی وہاں ان کے ساتھ ہی رہا، یہ ۱۹۴۴ء کی بات ہے آپ نے مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی میں دو پارے ناظرہ پڑھے، وہاں کے بعض واقعات جوآپ کو یادرہ گئے تھے آپ اکثر سنایا کرتے تھے، مدرسہ قاسم العلوم کے بانی حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقت وعنایت آپ کو ہمیشہ یاد رہی۔عمر کے آخری حصہ میں تقریباً ساٹھ سال بعد احقر کے ساتھ بھی آپ ایک مرتبہ فقیروالی تشریف لے گئے ،اس وقت سب پرانی یادیں تازہ ہوئیں اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ سے مل کرآپ بڑے محظوظ ہوئے ۔۲۶/رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو جب پاکستان بنا آپ اس وقت شاہ آباد تھے، پاکستان کے لیے ۱۰/محرم الحرام ۱۳۶۷ھ کوآپ نے وہیں سے اپنے برادر معظم حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہجرت کی اورلاہور پہنچے اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کے قریب تھی ۔آپ کے والد ماجد بھی کچھ عرصہ بعد ہجرت کرکے پاکستان لاہور تشریف لے آئے اورآپ سب ان کے ہمراہ پہلے سرگودھا اور پھر وہاں سے ۲/فروری ۱۹۴۸ء کوساہیوال ضلع سرگودھا منتقل ہوئے اور پھر تاحیات یہیں قیام رہا۔محرم الحرام ۱۳۶۸ھ میں آپ کے والد ماجد نے آپ کی شادی کردی اوراس کے چند ماہ بعد رجب المرجب ۱۳۶۸ھ بمطابق مئی ۱۹۴۹ء میں بعمر ۵۳ سال انہوں نے ساہیوال ہی میں انتقال فرمایا، اس طرح بارہ سال کی عمر میں آپ سایہ پدری سے بھی محروم ہوگئے ،

والدصاحب کے بعد آپ کی سرپرستی برادر معظم حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اورخسر محترم جناب پیرجی ولی محمد صاحب مرحوم جوآپ کے پھوپھا بھی تھے نے فرمائی۔ بچپن میں آپ نے قرآن کریم ناظرہ مکمل کرلیا تھالیکن اس وقت عصری تعلیم کا موقع نہیں ملااورنہ ہی دینی تعلیم مکمل ہوسکی،حتیٰ کہ تقسیم ملک کا سانحہ پیش آ گیااور پاکستان بنتے ہی حالات نے کچھ ایسارخ اختیارکیا کہ ایک عرصہ تک آپ تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہوسکے، اس زمانہ میں زیادہ تروقت گھر سے باہرگزرا،اور ہرطرح کی مشقت برداشت کی محنت اور مزدوری بھی کرنی پڑی اور ہرطرح کے نامساعدحالات سے دوچارہوئے،ایک عرصہ کے بعد بالآخر ۱۹۶۰ء میں آپ نے فارسی کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۶۱ء میں فاضل فارسی کا کورس کیا،احقر کی پیدائش فروری ۱۹۶۱ء کی ہے، چچامرحوم اس وقت فارسی فاضل کا کورس کر رہے تھےاورانہوں نے اس وقت میری پیدائش کی خوشی میں حضرت والدصاحب کوفارسی میں ہی خط لکھا تھاجوذخیرہ خطوط میں محفوظ ہے۔آپ نے تعلیم کے سلسلہ میں گکھڑ میں بھی قیام کیااوراس دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدررحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی خوب تعلق رہا اوران سے استفادہ کا موقع بھی ملا،اسی طرح فیصل آباد قیام کے زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس اورصحبت سے بہت فائدہ پہنچا، اکثر آپ ان کا ذکر کرتے اوراعتراف فرماتے کہ انہوں نے کتاب کے مطالعہ اورمضمون نویسی اورکام کا سلیقہ مجھے سکھایا تھاجس سے ساری عمر فائدہ پہنچا،اس میں مزید جلا بھائی جی کے پاس رہ کرہوا۔اسی زمانہ میں آپ نے حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کی زیارت کی اوران کی مجلس میں حاضری دی۔فارسی فاضل کے بعد آپ نے میٹرک اوراوٹی کیا۔اس کے بعد آپ نے گورنمنٹ کی ملازمت کا آغاز کیا۔فیصل آباد، چک نمبر ۳۳ شمالی تحصیل سلانوالی ،فروکہ وغیرہ مختلف اسکولوں میں پڑھاتے رہے۔۱۹۷۰ء سے ساہیوال ہائی

سکول میں تدریس شروع کی اور ۱۹۹۵ء میں یہیں سے ریٹائرڈ ہوئے۔

اردو آپ کی مادری زبان تھی اور فارسی میں آپ نے محنت سے بڑی مہارت پیدا کر لی تھی، فی الجملہ انگلش سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ آپ تدریس کے دوران جہاں اور جس ادارہ میں رہے سب پر غالب اور حاوی رہے، جید استعداد کے ساتھ قوت حافظہ اور مطالعہ تر و تازہ تھا اس لیے بڑے سے بڑے ماہر تعلیم بھی آپ کو داد دینے پر مجبور ہو جاتے تھے، آپ کو فارسی کتب کی عبارات اور سینکڑوں اشعار نوک برزبان تھے اسی طرح اردو ادب کی بہت سی عبارتیں بھی یاد تھیں اسی لیے آپ کسی بھی موضوع پر بلا تکلف گھنٹوں گفتگو پر قادر تھے، تقریر و تحریر میں خاص ملکہ اور ہر موضوع پر فی البدیہہ گفتگو پر آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی چونکہ آپ ملکی اور بین الاقوامی حالات سے باخبر تھے اس لیے آپ تہذیب جدید پر بڑے مدلل اور زوردار انداز میں تنقید کرتے اور دور حاضر کے فتنوں سے مسلمانوں کو خبردار رکھتے تھے۔ عرصہ دراز تک آپ سکول میں پڑھاتے رہے لیکن وہاں کے ماحول اور تعلیم کا ذرہ بھی اثر بھی آپ نے قبول نہیں کیا بلکہ اپنی خاندانی روایات کو ہمیشہ برقرار رکھا اور عملی طور پر صرف اپنی ذات کی حد تک نہیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی سانچے میں ڈھالا۔

ریٹائرڈ ہونے کے بعد زیادہ وقت مطالعہ کتب اور بھائی جان کی خدمت میں گزارا اور پھر کہیں کسی قسم کی ملازمت نہیں کی۔ چچا مرحوم نے اپنے شوق اور ذاتی استعداد کی بنا پر ۱۹۹۱ء میں درس نظامی کی تکمیل کی اور دورہ حدیث شریف کے بعد باقاعدہ وفاق المدارس کا امتحان دے کر سند حاصل کی۔ اسی طرح صحافت میں آپ نے بی، اے کیا اور ایم، اے عربی ایم، اے اسلامیات کا امتحان بھی دیا۔

آپ کی شادی ۱۹۴۸ء کے آخر میں بارہ سال کی عمر میں ہوگئی تھی، حق تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے عطا کئے، آپ نے سب کو دینی اور عصری تعلیم دی اور ان کی

اسلامی تربیت کی ،آپ کے تین بیٹے برادران مولوی حافظ محمد تسنیم سلمہ ،مولوی حافظ عبدالعظیم،مولوی حافظ فہیم ترمذی نہ صرف حافظ قرآن کریم بلکہ مکمل عالم دین اور دینی تعلیم کی درس وتدریس میں مشغول ہیں ۔ مولوی عبدالعظیم سلمہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے فراغت کے بعد ایچ ،ای سن سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور ہی میں معہد الترمذی کے نام سے ایک دینی ادارہ بھی قائم کیا ہے، جہاں وہ خود اور برادر عزیز محمد فہیم ترمذی سلمہ دیگر اساتذہ کے ساتھ دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جبکہ چچا مرحوم کے بڑے بیٹے عزیز محمد سلیم ترمذی سلمہ سرگودھا میں ملازم ہیں اوران سے چھوٹے برادر عزیز سید محمد نعیم ترمذی ایم سی ایس کے بعد اسلام آباد میں محکمہ تعلیم میں ملازمت کررہے ہیں۔

ابتداء میں آپ کے پاس ذاتی مکان نہ تھا کئی سال تک بھائی صاحب کے ساتھ رہے اور پھر کرایہ کے مکان میں بھی رہائش رہی، بالآخر ملازمت کے دوران اپنا ذاتی مکان بنایا اور پھر بچوں کی شادی بھی کی ،آپ کی بڑی خواہش تھی کہ حرمین شریفین کی حاضری ہو اور حج کی سعادت بھی حاصل ہوجائے چنانچہ ۲۰۰۶ء میں حق تعالیٰ نے کرم فرمایا اور آپ نے اپنے بیٹے سید نعیم ترمذی ،اہلیہ محترمہ اور بیٹی کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کی اوراس طرح ایک مرتبہ پھر دیار مقدس میں حاضر ہوئے ،اس وقت آپ کی عمر بہتر سال تھی، قدرتی طور پر اس سال حج جمعۃ المبارک کے روز تھا، جمعۃ المبارک کے روز حج کی فضیلت میں ستر حج کے برابر ثواب کا ذکر حدیث میں موجود ہے، چچا مرحوم بطور لطیفہ فرمایا کرتے کہ دو حج میں نے بچپن میں کر لیے تھے اور یہ حج ستر حج کے برابر ہے اس طرح بہتر سال عمر کے برابر گویا بہتر حج ہو گئے۔

حضرت والد ماجد اور چچا مرحوم دنوں بھائیوں کا تعلق ہمیشہ مثالی رہا، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمیشہ اپنا چھوٹا بھائی اور اولاد کے درجہ میں سمجھا، جبکہ

چچا مرحوم نے بھی انہیں ہمیشہ بڑے بھائی اور والد کا درجہ دیا، خوشی، غمی بلکہ ہر معاملہ میں حضرت والد صاحب چچا مرحوم کی رائے کو ہی ترجیح دیتے تھے، ذاتی زمین کے معاملات بھی کلیۃً انہیں کے سپرد تھے، حضرت والد صاحبؒ کو اس معاملہ میں بڑی بے فکری تھی اسی لیے وہ ہمہ تن دینی امور میں شب و روز مصروف رہتے تھے، چچا مرحوم کی شفقتیں وعنایتیں ہم سب کو اگرچہ ہمیشہ حاصل رہیں لیکن حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے حادثہ وفات کے بعد تیرہ سال تک انہوں نے احقر کی ہر طرح سرپرستی فرمائی، گھریلو معاملات، جامعہ کے متعلقہ مسائل اور دینی امور میں بھی راہنمائی فرماتے رہے، اور ہر معاملہ میں ہمیشہ مفید مشورے دیتے رہے۔ اختلاف کی صورت میں عموماً احقر کی رائے کو اہم قرار دیتے اور خوب تائید فرماتے جس سے احقر کو تقویت پہنچتی، کسی وقت اگر کوئی بات محسوس فرماتے تو اس کے متعلق بھی ضرور ہدایت دیتے لیکن اپنی رائے پر اصرار کبھی نہ فرماتے۔ بحمداللہ تعالیٰ انہیں احقر پر مکمل اطمینان واعتماد تھا جو آخر تک قائم رہا، ذاتی معاملات کے علاوہ دینی مسائل میں احقر سے استفسار کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا، خاندان کے تمام افراد کے ساتھ حسب مراتب تعلق اور ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھتے، تفقد احوال اور ان کی خبر گیری کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ خاندان کے تمام افراد اور رشتہ داروں میں باہم اتفاق واتحاد کی بہت کوشش فرماتے اسی لیے ہم تمام بھائیوں کو اکٹھا دیکھ کر بے حد خوش ہوتے اور غیر معمولی مسرت کا اظہار فرماتے اکثر فرماتے تھے کہ ہم دونوں بھائیوں کے دس بیٹے ہیں ان میں سب سے بڑے عبدالصبور اور سب سے چھوٹے فہیم سلمہ ہیں۔ بھائی عبدالصبور ترمذی کی وفات کے بعد چچا کی طبیعت بالکل گر گئی تھی، انہوں نے ان کی وفات کا غیر معمولی اثر لیا اور اس کے بعد ان کی ہمت نے جواب دیدیا، جسمانی طور پر وہ اگرچہ کئی امراض کا شکار تھے لیکن ہمت اور قوت ارادی سے ان کا مقابلہ کرتے رہے، کئی

آپریشن بھی برداشت کیے۔ بالآخر جون ۲۰۱۲ء اسلام آباد سے واپسی پر ایکسڈنٹ کی وجہ سے ان کے بازو کی ہڈی شدید ضرب آنے سے ٹوٹ گئی، علاج کے باوجود ایک سال تک تکلیف کا سلسلہ جاری رہا بالآخر اس کا بھی آپریشن کرانا پڑا، اس کے ساتھ دیگر امراض کے پے بے پہ حملوں نے انہیں کمزور سے کمزور تر کر دیا تھا، اسی لیے انہوں نے آخری دو مہینے بستر علالت پر گزارے، اس دوران چلنا پھرنا معمولی رہ گیا تھا جبکہ اس سے قبل وہ جامعہ میں روزانہ باقاعدگی سے تشریف لاتے رہے۔ انہوں نے اپنی ساری بیماری کا وقت بڑے حوصلہ سے گزارا، اپنے معمولات بھی جاری رکھے، وفات سے ایک دن قبل ہمارے حلقہ میں ضمنی الیکشن تھا اس میں انہوں نے باوجود ضعف شدید کے ووٹ کاسٹ کیا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں درجہ قرآن کریم کے مدرس اور حضرت والد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حفظ کے استاذ محترم حضرت خلیفہ جی اعجاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پوتے برادرم جناب عبدالنور تھانوی صاحب کراچی سے ملاقات کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے، احقر ان کے ساتھ چار بجے شام گھر ملنے گیا تو خوب باتیں کیں، حضرت خلیفہ جی اور تایا جی مولانا مفتی ممتاز احمد صاحب تھانوی اور اپنے اکابر کا ان سے تذکرہ کرتے رہے۔ حضرت خلیفہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے محترم جناب چچا ارشاد احمد تھانوی مرحوم کے بیٹے برادرم مولانا عبدالرؤف تھانوی مرحوم اور برادران جناب عبدالشکور تھانوی، حافظ عبدالغفور تھانوی کئی سال جامعہ حقانیہ ساہی وال میں پڑھتے رہے لیکن بھائی عبدالنور صاحب پہلی مرتبہ ساہیوال آئے تھے انہیں چچا سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، چونکہ ان کی واپسی فوری تھی اس لیے چچا مرحوم سے دعائیں لے کر وہ جلد ہی واپس ہوئے احقر بھی ان کے ساتھ تھا، ہم ان سے ملاقات کر کے جب گھر سے نکلے اس وقت دور دور تک بھی یہ گمان نہ تھا کہ آج ان کی زندگی کا آخری دن اور میری ان

سے اس دارفانی میں یہ آخری ملاقات ہے اور مجھے پھران کی شفقتیں میسر نہ آ سکیں گی ۔اگلے روز چونکہ جمعۃ المبارک تھااس لیے احقران کی خدمت میں صبح کے وقت حاضر نہ ہوسکا،خیال تھا کہ جمعہ کے بعد حاضر ہوں گالیکن باہر سے آنے والے حضرات کی وجہ سے اس وقت بھی نہ جاسکا،عصر کے وقت برادرعزیزفہیم سلمہ نے بتایا کہ اباجی کی طبیعت کچھ زیادہ خراب ہے اوراب انہیں ساہی وال ڈاکٹرعبداللہ صاحب کے ہسپتال میں لے جارہے ہیں آپ دعا کریں،احقرنے تفصیل دریافت کی توتشویشناک صورتحال کا ادراک نہ ہوسکا،اس لیے زیادہ تشویش نہ ہوئی ،مغرب کے بعد معلوم کیاتو پتہ چلا کہ سرگودھالے جاناضروری ہے ، اس سے احقر کی طبیعت پراثر ہوااورتشویش بھی لاحق ہوئی ، احقرنے فوری طور پرعبدالودودسلمہ کوہسپتال بھیجاانہوں نے آکر اطلاع دی کہ ڈاکٹر صاحب نے سرگودھا کے لیے کہا، ہے طبیعت اگرچہ خاصی ناساز ہےلیکن امید ہے کہ بہتر ہوجائے گی ،احقرکواس سے مزید پریشانی ہوئی زیادہ تشویش کی وجہ سے بھوک اڑگئی اور مسلسل طبیعت ادھرلگ گئی ،دعائیں بھی کرتارہا،عشاء کی نماز کے بعد پونے دس بجے اشرف ہسپتال قینچی موڑسرگودھاسے برادرعزیزمحمدنعیم ترمذی سلمہ کافون آیاانہوں نے یہ وحشت ناک خبرسنائی کہ ابھی چندمنٹ قبل اباجی انتقال کرگئے ہیں ،انا للہ وانا الیہ راجعون،ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ و کل عندہ باجل مسمّٰی ۔خبرسنتے ہی احقرپرسکتہ کاساعالم طاری ہوگیالیکن اسے تسلیم اورصبر کیے بغیر چارہ نہ تھافوراً گھرپہنچا،سب اہل خانہ کواطلاع کی اس طرح آناًفاناً گھرغم کدہ بن گیا جن حضرات کواس حادثہ کاعلم ہوانہوں نے فوراًدوسرے حضرات کواطلاع کردی خاص طور پرشہرساہی وال میں یہ خبرجنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور متعلقین واحباب کی آمدکاسلسلہ شروع ہوگیا۔سرگودھاہسپتال سے میت تقریباً بارہ بجے شب گھرپہنچی ،آج چاربجے شام جب آپ کوڈاکٹرعبداللہ صاحب کے میڈیکل ہسپتال

نواں لوک ساہی وال میں لے جایا گیا تھا، بحمد اللہ تعالیٰ اس سے قبل آپ ظہر کی نماز ادا کر چکے تھے اور باہوش وحواس تھے سینہ پر بوجھ اور ضعف ونقاہت کافی تھی لیکن آپ حسب سابق بات چیت میں مصروف تھے، ساہی وال ہسپتال میں جا کر بھی ڈاکٹر صاحب سے آپ نے اپنے مرض کے متعلق خود ہی بات کی طبیعت خاصی ناساز تھی اس لیے ڈاکٹر صاحب نے انجکشن اور ڈرپ تجویز کی، اس سے وقتی طور پر تو سکون ہوا لیکن معاملہ نازک تھا اس لیے سرگودھا لے جانا ضروری ہوا لیکن وہاں اشرف ہسپتال میں پہنچتے ہی وقت آ گیا اور بغیر کسی دوا اور علاج کے آپ تمام تکالیف سے نجات پا کر ابدی راحت وسکون کی منزل تک پہنچ گئے۔ بقول جگر مرحوم ع عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

جنازہ کے متعلق احقر نے صبح دس بجے کا اعلان کرا دیا اور تدفین کے لیے قبرستان حقانیہ میں قبر کی نشاندہی بھی اسی وقت کر دی۔ باہر کے جملہ رشتہ داران کو بھی جنازہ کی اطلاع کر دی گئی۔ اگلے روز غسل اور تکفین کے بعد نو بجے جنازہ گھر سے اٹھا لیا گیا، جامعہ حقانیہ میں بہت سے حضرات نے زیارت کی پھر دس بجے سے قبل ہائر سیکنڈری سکول کے گراؤنڈ میں جنازہ پہنچا وہاں ہزاروں افراد کا ہجوم تھا، جس میں عوام وخواص، علماء کرام، طلبہ اور مختلف طبقہ سے تعلق رکھنے والے علاقہ بھر سے آئے ہوئے آپ کے تلامذہ نے شرکت کی، مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہم کے بیان کے بعد احقر نے بہت مختصر سا بیان کیا اور جنازہ پڑھایا، پھر حقانیہ قبرستان میں بارہ بجے تدفین سے فراغت ہوئی۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام زلات اور گناہوں کو معاف فرما کر آپ کی مغفرت فرمائیں اور صالحین وابرار کے ساتھ الحاق فرما کر درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں، آمین۔ اللھم اغفرله وارحمه وابدله داراً خیراً من داره واهلاً خیراً من اهله ونقه من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس، آمین ثم آمین۔

حضرت والد ماجد قدس سرہ کے بعد چچا جان مرحوم خاندان ترمذی کے سرپرست اور سب کے بزرگ تھے، اس لیے ان کا حادثہ وفات خاندان کے لیے بڑا المیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خاندان کے تمام افراد اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں اور اس صدمہ کے برداشت کرنے کی ہمت وطاقت مرحمت فرمائیں۔ اس موقع پر جن حضرات نے ہم سے تعزیت کی اور ہمدردی کا اظہار کیا ہم ان سب کے لیے دعا گو ہیں، حق تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہم سب کو بھی آخرت کی تیاری کی فکر، توفیق اور حسن خاتمہ کی سعادت اور اپنی رضا وقرب عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۱۵ / ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من مات ولم یغز ولم یحدث بہ نفسہ مات علٰی شعبۃ من نفاق۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا، کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور تمنا کی، تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔

تشریح: یعنی ایسی زندگی جس میں دعوائے ایمان کے باوجود نہ کبھی راہ خدا میں جہاد کی نوبت آئے، اور نہ دل میں اس کا شوق اور تمنا ہو، یہ منافقوں کی زندگی ہے اور جو اسی حال میں اس دنیا سے جائے گا وہ نفاق کی ایک صفت کے ساتھ جائے گا۔

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تلک صلاۃ المنافق یجلس یرقب الشمس حتیٰ اذااصفرت وکانت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعاً لا یذکر اللّٰہ فیھاالاقلیلاً۔ (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ تو منافق والی نماز ہے کہ بے پروائی سے بیٹھا آفتاب کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ جب وہ زرد ہو گیا، اور اس کے غروب کا وقت قرب آ گیا، تو نماز کو کھڑا ہوا، اور چڑیا کی طرح چار چونچیں مار کے ختم کر دی، اور اللہ کا ذکر بھی اس میں بہت تھوڑا کیا۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ شوق کی بے چینی سے نماز کے وقت کا

منتظر رہے اور جب وقت آئے تو خوشی اور مستعدی سے نماز کے لیے کھڑا ہو، اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اس وقت مجھے مالک الملک کے دربار عالی کی حضوری نصیب ہے، پورے اطمینان اور خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے، اور قیام وقعود اور رکوع وسجود میں خوب اللہ کو یاد کرے، اور اس سے اپنے دل کو شاد کرے۔ لیکن منافقوں کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز ان کے لیے ایک بوجھ ہوتی ہے، وقت آجانے پر بھی اس کو ٹالتے رہتے ہیں، مثلاً عصر کی نماز کے لیے اس وقت اٹھتے ہیں جب سورج بالکل ڈوبنے کے قریب ہوجاتا ہے اور بس چڑیا کی سی چار چونچیں مار کے نماز پوری کر دیتے ہیں اور اللہ کا نام بھی بس برائے نام ہی لیتے ہیں۔ پس یہ نماز منافق کی نماز ہے، اور جو کوئی ایسی نماز پڑھتا ہے وہ مخلص مؤمنوں والی نہیں بلکہ منافقوں والی نماز پڑھتا ہے۔

عن عثمان بن عفان رضی لله عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من ادرکه الاذان فی المسجدثم خرج لم یخرج لحاجة وهولا یریدالرجعة فهو منافق۔ (رواه ابن ماجه)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں ہو اور اذان ہوجائے، اور وہ اس کے بعد بھی بلا کسی خاص ضرورت کے مسجد سے باہر چلا جائے اور نماز میں شرکت کے لیے واپسی کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ یہ منافقانہ طرز عمل ہے، پس ایسا کرنے والا اگر عقیدے کا منافق نہیں ہے تو وہ ''منافق عملی'' ہے۔

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم: حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح: مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

ایک صاحب مجلس میں ہاتھ باندھے ہوئے بیٹھے تھے حضرت اقدس نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اس خاص نشست میں کیا مصلحت ہے؟ ایسی باتوں سے دوسروں پر بار پڑتا ہے۔ لوگ عقیدت ظاہر کرنے کے لیے اس قسم کی لغو باتیں کرتے ہیں ان تکلفات نے ناس کر دیا ہے۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ کوئی ان باتوں پر روک ٹوک نہیں کرتا کہیں ان پر دار و گیر نہیں ہوتی، آج کل تو اہل حق کی حالت بھی بہت ابتر ہو رہی ہے۔

ایک شیخ کا واقعہ سن کر حیرت ہوئی کہ ان کے کسی معتقد نے جوش عقیدت میں ان کے پاؤں چوم لیے تو وہ حاضرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں دیکھو اعتقاد و محبت اس کو کہتے ہیں بجائے ممانعت کے یہ فرمایا ان تکلفات کو رواج دیا جاتا ہے لوگوں میں اعتدال بالکل نہیں ہے، ہر چیز میں حدود سے باہر ہو جاتے ہیں، اگر ادب کرتے ہیں تو اتنا کہ وہ تکلف ہو جاتا ہے اور بے تکلفی کرتے ہیں تو اتنی کہ بے ادبی بن جاتی ہے، غرض یا افراط ہے یا تفریط اعتدال عنقا ہے۔ حالانکہ ہر شی میں حدود و قیود کی رعایت ضروری ہے تا کہ اعتدال قائم رہے۔

فرمایا سفارشی مریدین بہت گڑبڑ کرتے ہیں اکثر بدسلیقہ ہوتے ہیں میں پہلے اکابر اور مخلص احباب کی سفارش سے بعض لوگوں کو بیعت کر لیا کرتا تھا اور اس وقت بہت با اخلاق مشہور تھا لیکن میں نے تلخ تجربات سے مجبور ہو کر سفارشی بیعت کو چھوڑا اس لیے اب بد اخلاق مشہور ہو گیا واقعہ یہی ہے کہ سفارشی مرید اکثر مہمل ثابت ہوتا ہے، اگر مہمل نہ

ہوتا تو کسی کو سفارشی نہ لاتا، اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ نیاز مندی سے عار ہے، دوسروں کے ذریعہ سے زور ڈال کر کام نکالنا چاہتا ہے دوستوں کو بھی چاہیے کہ اس قسم کے معاملات میں سفارش نہ کیا کریں سفارش سے وہ مقصود فوت ہو جاتا ہے جس کے لیے بیعت کی جاتی ہے۔

دعوت وطعام کے تذکرہ پر فرمایا کہ ہر جگہ کا مذاق مختلف ہے گوشت ہی کو لے لیجیے کہیں تقریباً خام کہیں نیم پخت، کہیں بالکل گلا کر اور کہیں بھون کر کھاتے ہیں دعوت کرنے والے کو چاہیے کہ جس کی دعوت کرے اس کے مذاق کی رعایت کرے جس کا سہل طریق یہ ہے کہ اسی سے پوچھ لیا جائے اس کو اپنے مذاق کا تابع نہ بنائے۔

اس کے متعلق شیخ اصغر علی صاحب تاجر عطر لکھنؤ نے جو بڑے مدبر اور دانشمند تھے خوب تفصیل فرمائی تھی کہ دعوت کی تین قسمیں ہیں (۱) اعلیٰ (۲) اوسط (۳) ادنیٰ۔ اعلیٰ تو یہ ہے کہ نقد دام دے دیے جائیں کہ جب چاہے کھاؤ اور جو چاہے کھاؤ یا اور کہیں ضرورت میں صرف کر لو۔ اور اوسط یہ ہے کہ جنس دے دی جائے کہ جب چاہے کھاؤ اور جس طرح چاہے استعمال کرو۔ اور ادنیٰ یہ ہے کہ پکا کر کھلایا جائے جس میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ وقت سے بے وقت ہو جاتا ہے۔ خلاف معمول کھانا پڑتا ہے مفید و مضر چیزوں کا اہتمام نہیں ہوتا پھر طرہ یہ کہ لینے تو جائے گی سواری اور واپسی پر سیدھا راستہ بتا دیا جائے گا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے میری دعوت کی تھی میں فرش پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا اور حضرت چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ کسی کی دعوت نہ کرنا یہ سن کر مجھ کو وسوسہ ہوا کہ پھر میری دعوت حضرت نے کیوں کی۔ حضرت نے فوراً فرمایا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ تمہاری دعوت ہے تمہارا تو یہ گھر ہے۔ جس طرح گھر کھایا اسی طرح یہاں۔ دعوت وہ ہے جس میں تکلفات ہوں، وقت سے بے وقت ہو، خلاف معمول ہو یہاں کچھ بھی نہیں۔ (ص ۹۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

محبت الٰہیہ اور فریضۂ حج

(سفر حج کے دوران ایک تقریر)

الحمدللّٰہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ:

آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہونا میں فضول اس وجہ سے سمجھتا ہوں کہ بڑے بڑے حضرات موجود ہیں اور ان کی تقریریں برابر ہوتی رہی ہیں، میں نہ اعلیٰ درجہ کی تقریر کرسکتا ہوں اور نہ اس میدان کا ماہر ہوں اور میں اب کمزور ہوگیا ہوں، مگر مجھ کو بار بار حکم دیا گیا اس لئے کچھ روشنی عبادت حج کے متعلق ڈالنا چاہتا ہوں۔

اتباع کے اسباب

میرے بزرگو! تمام عالم میں ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ آزاد رہے، دوسرے کا تابعدار ہو کر نہ رہے کسی کی تابعداری اس وقت ہوتی ہے جبکہ تابعداری پر مجبوری ہو، تابعداری کے تین اسباب ہیں۔

(۱) بادشاہوں اور مالکوں کی تابعداری اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ نفع پہنچائیں گے اور حاجت رفع کریں گے۔

(۲) دوسرا سبب نقصان کا اندیشہ ہے، یعنی کسی شخص سے نقصان پہنچنے کا ڈر ہو کہ مارے گا، پیٹے گا، اگر اس کی تابعداری نہ کی تو اس سے نقصان پہنچے گا۔

(۳) تیسرا سبب تابعداری کا محبت ہے، کسی سے محبت ہو تو اس کی محبت کی وجہ سے اس کی تابعداری کی جاتی ہے، محبوب اگرچہ کمزور ہو، اس سے نفع کی امید ہو نہ نقصان کا اندیشہ، دیکھو ماں باپ اولاد کی تابعداری کرتے ہیں، بچے جو مطالبہ کرتے ہیں صرف محبت کی وجہ

سے ماں باپ بچے کی تابعداری کرتے ہیں، اس کی ہر بات کو مانتے ہیں اور اس کی پرورش کرتے ہیں، حالانکہ ان کو بچہ سے نفع کی کوئی امید نہیں نہ نقصان کا اندیشہ ہے، محبت کا تقاضا ہے کہ انسان محبوب کی تابعداری کرے، شاعر کہتا ہے ؎ ان المحب لمن یحب یطیع

تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور اس کے حکم کے خلاف کرتے ہو یہ محبت کے قانون کے خلاف ہے، عاشق کی تو شان یہ ہے:

یداری هواه ثم یکتم سره ویخشع فی کل الامور ویخضع

حاصل کلام یہ ہے کہ تابعداری کے یہی تین اسباب ایک دوسرے کی تابعداری پر مجبور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ میں یہ تینوں اسباب بدرجہ اتم موجود ہیں، اللہ تعالیٰ سے اس قدر نفع کی امید ہے کہ دنیا میں کسی سے نہیں، اللہ تعالیٰ سب کا مربی، سب کا نگران، سب کا پیدا کرنے والا اور سب کا پالنے والا ہے۔ کتنا ہی بڑا بادشاہ ہو اس قدر نفع نہیں پہنچا سکتا: **واللہ ملک السمٰوات والارض**، مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر۔ جسے چاہتا ہے شہنشاہ بنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے غریب رکھتا ہے سب کچھ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں سب اسی کی ہیں: وما بکم من نعمة فمن اللّٰہ، اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے اس کی نعمتیں جو تم کو مل رہی ہیں ان گنت اور بے شمار ہیں تم جو مانگتے ہو وہ تم کو دیتا ہے: واٰتاکم من کل ما سألتموہ اس لئے اللہ تعالیٰ سے نفع کی امید جتنی تمام مخلوق کو ہے اور ہو سکتی ہے اتنی اور کسی سے نہیں۔ ہم دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی میں اللہ ہی کے محتاج ہیں، وہ ہر چیز کو محیط ہے، مطلع ہے، کوئی اس کے احاطہ سے خارج نہیں۔ اسی طرح نقصان کا اندیشہ جتنا اس سے ہے اور کسی سے نہیں، جا بجا ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے تمہارے معبود ہیں ان سب کے اندر نہ مالکیت نفع کی ہے نہ مضرت

کی: افتعبدون من دون اللّٰہ مالا ینفعکم شیئا ولا یضر کم، خدا کے سوا کسی سے نقصان کا اندیشہ نہیں، اگر اللہ کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور تمام مخلوق مل کر اس کو نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور سارا جہاں مل کر بھی اس کو نفع پہنچانا چاہے تو نفع نہیں پہنچا سکتا، حقیقۃً نفع کی امید اور نقصان کا اندیشہ اسی سے ہے۔ جس کو چاہے نواز دے جس کو چاہے بادشاہ بنادے، جس کو چاہے مریض بنادے، مالک الملک ہے جسے چاہے طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کر دے، جسے چاہے مصیبت میں ڈال دے، جسے چاہے مصیبتوں سے نجات دے دے مالکیت کی وجہ سے جنات اور ملائکہ پر بھی اس کی تابعداری ضروری ہے، اس کی مالکیت ہر چیز پر ہے، تمام مخلوقات کو اس کی تابعداری کرنا ضروری ہے، اس کی صفت مالکیت کا تقاضا ہے کہ اس کی ہمیشہ تابعداری کی جائے، کیونکہ اس کو اگر راضی کیا جائے گا تو ہر قسم کی نعمتیں پہنچیں گی اور اگر اس کو ناراض کیا جائے گا تو ہر ایک نقصان کا اندیشہ ہے۔

اسباب محبت

تیسری وجہ تابعداری کی محبت ہے، محبت کے چار سبب ہوتے ہیں: کمال، جمال، احسان، قرب، (۱) کسی میں کوئی کمال ہوتا ہے تو اس سے اس کمال کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے۔

؎ کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز میں جس قدر کمال رکھتا ہے دوسرا کوئی نہیں رکھ سکتا۔

(۲) دوسرا سبب جمال ہے، حسن و جمال بھی محبت کا سبب ہوتا ہے، سورج، چاند، ستارے، فرشتے اور انسانوں میں مرد اور عورت میں جو بھی حسن اور جمال پایا جاتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ دینے والا وہی چیز دے سکتا ہے جو خود اس کے پاس موجود ہو۔ اور جبکہ ہر ایک شے میں جو کچھ حسن و جمال ہے وہ سب خدا ہی کا دیا ہوا ہے تو خود خدا کے اندر حسن و جمال کا ہونا بلکہ سب سے زیادہ اور سب سے اکمل و اعلیٰ درجہ کا

ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے، ان اللہ جمیل یحب الجمال کسی میں کوئی جمال ہے تو اس کا مبدأ ذات باری تعالیٰ ہے۔ چودھویں رات کے چاند میں جو جمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے، حیوانات، جمادات، فرشتے، انسان، مرد اور عورتوں میں جو بھی حسن و جمال ہے وہ سب اسی کا ہے، جس مخلوق میں تھوڑا سا بھی حسن ہوتا ہے اس پر فریفتہ ہوتے ہیں، چکور کو چودھویں رات کے چاند سے محبت ہے، بلبل کو گل سے، وہ خدا جس نے سب کو حسن و جمال عنایت فرمایا ہے خود اس میں جتنا حسن و جمال ہے کسی چیز میں نہیں۔

(۳) تیسرا سبب محبت کا احسان ہے الانسان عبد الاحسان کیا اللہ تعالیٰ کے احسان کے برابر کسی کا احسان ہوسکتا ہے، کیا اللہ جیسا محسن کوئی ہوسکتا ہے، ماں باپ کو دیکھئے کہ ان کا احسان اپنی اولاد پر جتنا ہوتا ہے کسی کا نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ اللہ کی صفت خالقیت کے مظہر ہیں، اللہ تعالیٰ کا احسان ہر انسان بلکہ ہر مخلوق پر جس قدر ہے کسی کا بھی نہیں، ہم کو ہمارے ماں باپ کو وجود سے نواز، دیکھنے، چلنے پھرنے کی طاقت سب اس نے دی، خدا کا احسان ہر مخلوق پر جب سب سے زیادہ ہے تو چاہئے کہ اس سے محبت بھی سب سے زیادہ اور اعلیٰ درجہ کی ہو، اس جیسی محبت کسی دوسرے سے نہ ہو، انسان پر اللہ تعالیٰ کا احسان کتنا بڑا ہے کہ اس کو پیدا کرنے سے پہلے زمین و آسمان اور اس کی راحت کے تمام ساز و سامان پیدا کردیے خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوىٰ الی السماء فسوّٰھن سبع سمٰوات یعنی انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس پر احسانات کی بارش فرمائی، پیدا کرنے کے بعد اس قدر احسانات کئے کہ ان کا احاطۂ شمار ممکن نہیں۔ واٰتاکم من کل ماسألتموہ وان تعدو نعمة اللّٰہ لا تحصوھا تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا خلق لکم ما فی الارض جمیعا اور صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ سب چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا: الم تروا ان اللّٰہ سخر لکم مافی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرة

وباطنة یہ سب کے سب تمہاری اطاعت کرتے ہیں، تمہاری خدمات میں لگے ہیں، بیگار ہیں، کوئی تم سے اپنی خدمات کی مزدوری طلب نہیں کرتا، بغیر اجرت کے شب وروز تمہاری خدمات میں ہر ایک مخلوق لگی ہوئی ہے، چاہے آسمان میں یا زمین میں، یہاں تک کہ فرشتے تمہاری خدمات کرتے، ہیں فرشتوں میں اعلیٰ درجہ کے مقرب فرشتے حاملین عرش بھی تمہارے لئے مسخر ہیں اور شب وروز دعا گوئی کرتے ہیں: الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به ویستغفرون للذین اٰمنوا ربنا وسعت کل شئ رحمة وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقهم عذاب الجحیم ربنا وادخلهم جنات عدنالتی وعدتهم ومن صلح من آبائهم وازواجهم وذریا تهم انک انت العزیز الحکیم وقهم السیئات ومن تق السیئات یومئذ فقد رحمته وذلک هوالفوز العظیم یہ فرشتے تمہارے لئے تمہاری اولاد کیلئے تمہاری بیویوں کیلئے دعائیں کرتے ہیں اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے عام فرشتوں کو تمہارے لئے مسخر اور تابعدار بنادیا وہ تمہاری خدمات کرتے ہیں تمہاری حفاظت کرتے ہیں، بادلوں کو چلانا، پہاڑوں کی حفاظت کرنا، دریاؤں کو چلانا یہ سب کام ان کے ذمے ہیں اور یہ ساری خدمات مفت بلا معاوضہ کرتے ہیں تم سے اس پر تنخواہ یا اجرت اور مزدوری نہیں طلب کرتے اللہ تعالیٰ کا احسان انسان پر بالخصوص مسلمانوں پر جس قدر ہے اتنا کسی پر نہیں اس لئے اگر احسان کی وجہ سے محبت کی جائے تو اللہ تعالیٰ سے کی جانی چاہئے اور اس جیسی محبت کسی سے نہ ہونی چاہئے۔

(۴) چوتھا سبب قرب ہے، قرابت داری کی وجہ سے بھی محبت کی جاتی ہے، بیٹا قریب ہے باپ کا بلکہ جزو ہے، بھائی جزو ہے باپ کا، ماں باپ اولاد وغیرہ کی محبت قرابت ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، اب دیکھو کہ خدا تمہارے کس قدر قریب ہے، تم خود بھی اپنی ذات سے اس قدر قریب نہیں ہو ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب الیه

من حبل الورید، وھو معکم اینما کنتم۔ اگر قرابت داری باعث محبت ہے تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ قریب ہے۔ مختلف آیتیں اس پر شاہد ہیں کہ انسان کا خود اپنے سے اور کسی انسان سے اتنا قرب نہیں جتنا اللہ تعالیٰ سے ہے، وہ تمہاری روح سے متصل ہے، وفی انفسکم افلا تبصرون۔

محبت الٰہیہ کا تقاضا

میرے بھائیو! محبت کے یہ چاروں سبب اللہ تعالیٰ میں بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں تو چاہئے کہ اللہ کی محبت بھی ہر چیز سے زائد ہو، خدائے پاک کی دو صفتیں ہیں، جلال اور جمال، مالک نفع ونقصان ہونا صفت جلال کے تحت ہے اور محبوب ہونا جمال کی وجہ سے ہے جو عبادات محبت کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کا طریقہ الگ ہے اور جو مالکیت کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کا طریقہ الگ۔ مالکیت میں آداب وسنن کا لحاظ ضروری ہے، عقل سے سوچ بچار کر کے ہر کام کو کیا جائے، دو عبادتیں نماز اور زکوٰۃ صفت مالکیت کے تحت مقرر فرمائیں، نماز میں من اولہ الی آخرہ ہر جز میں آداب کی ضرورت ہے، اس میں ذرا سی بھی بے ادبی ہوگی تو عتاب ہوگا، اسی طرح محبوبیت کا تقاضا ہے کہ محبوب ومحبت کے طریقہ پر عمل کیا جائے۔

؎ موسیا آداب داناں دیگر اند　　سوختہ جاں وداناں دیگر اند

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بے خودی پیدا ہو جائے، اس راہ میں جتنی بے خودی ہوگی اتنا ہی کمال ہوگا۔ ؎

عشق چوں خام است باشد بستہ ناموس ونگ　　پختہ مغزاں جنوں را کہ حیاز نجیر پا است

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی عقل، نزاکت آراستگی اور ہوش سے نکل جائے، عشق جب پورا ہوگا کہ اپنے آپ کو پروانے کی طرح محبوب پر نثار کر دے۔ ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　کاں سوختہ جاں شد وآواز نیامد

عشق میں جس قدر بے خودی پائی جائے اسی قدر محمود ہے۔

ع عاشقاں را مذہب وملت جدا است

؎ جب پیت بھئی تب لاج کہاں سنسار ہنسے تو کیا ڈر ہے
دکھ درد پڑے تو کیا چنتا اور سکھ نہ رہے تو کیا ڈر ہے

انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اس کے اندر ایسا عشق ہونا چاہئے جو نہ بلبل میں ہو نہ پروانے میں نہ اور کسی کو ایسا عشق نصیب ہو۔

فریضۂ حج اور اس کی ادائیگی

میرے بزرگو! روزہ، حج یہ دو عبادتیں صفت محبوبیت کی بنا پر مقرر کی گئیں اور نماز، زکوٰۃ صفت مالکیت کی بنا پر۔ اب دیکھو اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے پھر دوسروں سے بھی محبت رکھتا ہے تو اسے جھوٹا کہتے ہیں، محبوب کے علاوہ سب کو چھوڑ دینا محبت کا تقاضا ہے: فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اللہ تعالیٰ کا جمال گوارا نہیں کرتا کہ دوسرے سے بھی محبت کی جائے، پہلی منزل محبت کی ہے کہ محبوب کے سوا سب سے منہ پھیر لو۔ روزہ میں کھانا پینا اور بیوی سے ہم بستری کو چھوڑ دیتے ہیں، یہ عام لوگوں کیلئے ہے، مگر خواص کا روزہ یہ ہے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دیں اور غیر اللہ کو سامنے بھی نہ لائیں، یہ عشق کی پہلی منزل ہے۔ رمضان گذرا، شوال سے عشق کی دوسری منزل شروع ہوئی، دوسری منزل یہ ہے کہ محبوب کے در و دیار کی طرف توجہ کی جائے، جہاں اس کا کوچہ ہے، جہاں اس نے دوسروں کو نوازا ہے وہاں جایا جائے، اس کے در و دیوار کے پاس پہنچا جائے اور جمال محبوب حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اس کے گھر کے ارد گرد دیوانہ وار پھرا جائے اس کے در و دیوار سے چمٹ کر اس کے سنگ در کو بوسہ دیا جائے۔ ؎

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذاالجدار وذاالجدار

وماحب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من نزل الدیار

مجنوں کہتا ہے کہ میں دیار حبیب میں جب پہنچتا ہوں تو اس کے در و دیوار کو بوسہ دیتا ہوں، اور مجھ کو ان در و دیوار نے مجنوں نہیں بنایا بلکہ گھر والے نے من نزل الدیار نے مجنوں بنایا ہے۔ جس قدر دیار محبوب سے قریب ہوتے جاؤ آتش شوق بھڑکتی جائے۔ ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

آداب حج

عاشق کو کہاں زیبا ہے کہ عشق ہو اور لوگوں سے لڑے جھگڑے، اس پر شہوت کا غلبہ ہو اور معشوق کی نافرمانی کا صدور ہو: فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج، عاشق ہمیشہ سرنگوں رہتا ہے، عشق کا تقاضا ہے کہ کسی امر میں کسی سے لڑائی جھگڑا نہ ہو، اگر سچا عشق اور سچی محبت لے کر نکلے ہو تو ہر چیز سے بالاتر ہو کر محبوب سے لپٹ جاؤ۔

میرے بھائیو! اللہ پاک کے گھر کی طرف جارہے ہو اس راہ میں بہت سی مشکلات پیش آئیں گی، ہمیشہ لڑائی جھگڑے سے بچتے رہو، اور یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ خدائے پاک مجھ کو دیکھ رہا ہے، وہ تمہارے ہر حال کو دیکھتا ہے، اسی کا نام لیتے ہوئے: لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک کہتے ہوئے چلو، یہ آواز بلند کرتے ہوئے اللہ پاک کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے تواضع وسکون کے ساتھ چلو، جس قدر ممکن ہو صبح وشام، دوپہر پڑھتے رہو، لاشریک لک بار بار کہا جاتا ہے (سوائے تیرے ہمارا کوئی محبوب نہیں)

سلے ہوئے کپڑے اتار دو، خوشبو بھی ترک کردو، دو کپڑے بغیر سلے ہوئے پہن

لو، سر کو ننگا رکھو، جوتہ پہنو مگر پیر کے اوپر کی ہڈی ابھری ہوئی چھپنے نہ پائے، سرمہ نہ لگاؤ، خوشبو نہ لگاؤ، بالوں کو اکھیڑنا، سنوارنا جائز نہیں، شکار مت کرو، غرض کہ دیوانوں کی صورت بناؤ، یہ چیزیں تو اس کیلئے ہیں جو ہوش و ہواس میں ہو، عشاق کو اتنا ہوش کہاں ؎

نو بہار است جنوں چاک گریباں مددے — آتش افتاد و بجاں جنبش داماں مددے

ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک — اس کو سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا

عشق نے تیرے کو ہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو — عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

جس قدر مکہ معظّمہ سے قریب تر ہوتے جاؤ دیوانگی اور جنون کے آثار بڑھتے جائیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ مکہ معظّمہ اور خانہ کعبہ میں آثار صفت جمالیہ ظاہر ہیں۔ ہم کورے ان بزرگوں کی اطاعت اور پیروی میں جو یہ آثار دیکھتے ہیں اللہ کے گھر کے گرد سات چکر لگاتے ہیں، صفا، مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔ بہر حال یہ عبادت مظہر عشق ہے اور اللہ تعالیٰ محبوب، اس کے اندر اسباب محبت باتم الوجوہ پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی حقیقۃً محبوب ہیں، یہ حج اسی لئے فرض کیا گیا کہ اسی محبوب حقیقی کے پروانے بنو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دیا، عاشق کو عشق کی راہ میں کوئی نصیحت کرتا ہے تو اس کو غصہ آتا ہے اور ناصح کو پتھر مارتا ہے، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جان کی قربانی دینے جا رہے تھے تو راستہ میں تین جگہ ناصح ناداں شیطان نے سمجھایا باپ کے ساتھ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے پتھر مارے، اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچا لیا اور جنت کے مینڈھے کو ذبح کیا، یہ اب شریعت ہے کہ مینڈھے اور دنبے کو ذبح کرنا گویا بیٹے کو ذبح کرنا ہے (رونے کی آواز)۔

روضۂ اطہر پر حاضری

اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جارہے ہو تو جس قدر ممکن ہو عجز وانکساری اختیا کرو، جملہ عاشقوں کے سردار آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر ممکن ہو درود شریف پڑھتے ہوئے اور تلاوت کر کے ہدیہ کیجئے، اس راہ عشق کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لئے میرے نزدیک اور علماء کے ایک گروہ کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے: ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابًا رحیما۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کیلئے بلکہ تمام عالم کیلئے رحمت ہیں، آپ کے پاس حاضری دے کر عرض کرو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم حاضر ہوئے ہیں ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا فرمائیے، شفاعت فرمائیے، پھر جناب باری سبحانہ کے گھر کی طرف لوٹا جائے تا کہ آپ کے وسیلہ سے اللہ پاک حج کی اس عاشقانہ عبادت کو قبول فرمائے۔

میرے بھائیو! ایام حج میں سب سے زیادہ مقدس وقت وقوف عرفہ کا دن اور مزدلفہ کی رات ہے، ایسا وقت نہیں ملے گا، میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ بے وقوفی کی وجہ سے اس مقدس وقت کو بات چیت، کھانے پینے میں صرف کر دیتے ہیں (رونے کی آواز)۔

دیکھو بے وقوفی مت کرو، اس وقت کو بے کار مشغلوں میں ضائع نہ کرو، اللہ اللہ کرو، تسبیح پڑھو، تلاوت کرو، درود پڑھو، دعاء کرو۔ جبل رحمت کے پاس جانا ضروری نہیں، میدان عرفہ میں جہاں چاہو توبہ واستغفار کرو، بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت سے بیزار ہیں، ڈاڑھی منڈواتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ''ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مٹھی پکڑ کر کٹاتے تھے۔ ایک مٹھی سے کم کتروانا

صورت وسیرت محمدیہ سے نفرت کرنا ہے۔ دیکھو سکھ ایک بال پر قینچی نہیں لگاتے، شرم سے مرجانا چاہئے کہ مسلمان کو ایسا بڑا رسول ملا کہ کسی قوم کو نہیں ملا اور پھر بھی خود مسلمان ایسے پیارے رسول کی سیرت سے بیزاری کا اظہار کرے۔

میرے بھائیو! اس سے بچو آقائے نامدار صلی اللہ کی صورت اور سیرت کے عاشق بنو:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم،

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب ہیں اللہ کے اگر ان کی اطاعت کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا تم محبوب خدا بن جاؤ گے، یحببکم اللّٰہ اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا، تمہارا بیٹا تم کو محبوب ہے، اگر کوئی لڑکا تمہارے بیٹے کی صورت میں تمہارے سامنے آجائے تو بے اختیار تم کو اس سے محبت ہوجاتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں، ان کی صورت بناؤ، سیرت اختیار کرو، صورت اور سیرت کی تابعداری کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائیگا۔ اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرو، توبہ کرو، اس سے مایوس نہ ہو، جب تک موت نظر نہ آجائے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں حتی الامکان کوشش کرو، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ جیسا کہ اس سے مایوس نہ ہونا چاہئے اسی طرح بے باک بھی نہ بنو، اس سے ہر وقت ڈرتے رہو، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، ہر وقت اس کا ذکر کرتے رہو، اگر تم اس کی عادت ڈالو گے تو سوتے وقت بھی ذکر جاری رہے گا اور مرنے کے وقت آخری سانس تک جاری رہے گا اور مرنے کے بعد جب اٹھو گے اور قیامت ہوگی تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ دعا کرو کہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔ (ماخوذ از ارشادات مدنیؒ)

(بحوالہ ''معارف مدنی'' مؤلفہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ)

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا سیاسی مسلک

اور ایک شبہ کا ازالہ

مولانا محمد منظور نعمانی مرحوم نے اپنی کتاب ''تحدیث نعمت'' میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں اپنی دوسری حاضری کا ذکر کیا ہے۔

اس ضمن میں مولانا مرحوم نے مولانا محمد سجاد صاحب بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سکیم ''نظام ملت'' کا تذکرہ بھی کیا ہے، جو مولانا سجاد صاحب مرحوم کے خیال کے مطابق اس لئے ضروری تھی کہ اس طرح کی کسی تدبیر اور کوشش کے بغیر آزاد ہندوستان میں ہم اپنے وہ مذہبی و ملی مقاصد حاصل نہیں کر سکیں گے جن کے لیے اور جن کی امید پر ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ (یہ ۱۹۳۷ء کا ذکر ہے)۔

مولانا نعمانی مرحوم لکھتے ہیں:

میں نے سوچا کہ سب سے پہلے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی جماعت کے وہ اکابر بھی اس سے اتفاق کر لیں جو جمعیۃ العلماء اور اس کی سیاسی طرز کی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں، بلکہ ان کو ایک گونہ بعد یا اختلاف رہا ہے۔ ان اکابر میں میری نظر میں سب سے اہم اور باعظمت شخصیت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی میں نے ارادہ کر لیا کہ تھانہ بھون حاضر ہو کر حضرت کی خدمت میں اس مسئلہ کو رکھوں۔

جمعیۃ العلماء کے طریق فکر اور طرز کار سے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذہنی اور ذوقی اختلاف مجھے اچھی طرح معلوم تھا اور اس کی وجہ سے امید کی کچھ زیادہ گنجائش نہیں تھی، لیکن حضرت کے اخلاص، للہیت اور فہم وفراست کی بنا پر یہ یقین تھا کہ اگر تفصیل کے ساتھ حضرت کے سامنے پورے مسئلہ کو رکھا جاسکا تو اس پر غور ضرور فرمائیں گے اور اگر ذہن نے قبول کرلیا تو ان شاء اللہ اتفاق بلکہ کھلی تائید وحمایت پر بھی آمادہ ہوجائیں گے۔

...اگلے دن صبح کو جمعیۃ کے دفتر سے سیدھا شاہدرہ آیا اور وہاں سے تھانہ بھون روانہ ہوگیا ٹرین میں بیٹھ کر راستے میں حضرت سے گفتگو کرنے کے لیے ایک مفصل نوٹ تیار کیا تاکہ وقت پر کوئی ضروری بات رہ نہ جائے۔ غالباً ظہر کی نماز کے بعد حضرت سے ملاقات ہوئی... میں نے عرض کیا کہ ایک خاص معاملہ کے بارہ میں حضرت سے کچھ عرض کرنا ہے ''حضرت نے مغرب کے بعد کا وقت دیدیا''۔ مغرب کی نماز کے بعد خانقاہ کی مسجد ہی کے ایک کنارہ میں چٹائی پر حضرت بیٹھ گئے وہیں مجھے یاد فرمایا، میں حاضر ہوگیا۔

میں نے اپنی بات شروع کی جس کا سلسلہ تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا، حضرت نہایت توجہ سے سنتے رہے، میں نے مولانا محمد سجاد صاحب کی تجویز اور اسکیم کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ یہ اسی صورت میں کامیاب ہوسکتی ہے جب اس کو ہمارے دینی حلقوں کی زیادہ سے زیادہ تائید وحمایت حاصل ہو اور ہم سب اس کے لیے کوشش اور محنت کریں۔ جو کانگریسی مسلمان دینی ذہن کے نہیں ہیں وہ تو اس کی مخالفت کریں گے۔

حضرت نے فرمایا مجھے اس وقت بہت سی باتیں معلوم ہوئیں جن کا معلوم ہونا ضروری تھا میرا طریقہ یہ ہے کہ میں جلدی رائے قائم نہیں کرتا ہوں پہلے خود اچھی

طرح غور کرتا ہوں، پھر ضرورت سمجھتا ہوں تو ان دوستوں سے مشورہ بھی کرتا ہوں جن کو مخلص اور صاحب رائے سمجھتا ہوں، اس لیے اپنی رائے تو اس وقت ظاہر کر سکوں گا جب قائم ہو جائے گی، لیکن میرا حال اس وقت یہ ہے کہ آپ کی بات نے میرے دل کو بہت متاثر کیا ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ اس سے پوری طرح اتفاق کر لوں لیکن میں غور کر کے رائے قائم کروں گا، اور ان شاء اللہ کل صبح تک بتلادوں گا کہ میری کیا رائے قائم ہوئی ؟

اگلی صبح فجر کی نماز کے بعد حضرت نے مسجد ہی میں مجھ سے فرمایا میں نے غور کیا میری وہی رائے ہے جو میں نے رات ظاہر کی تھی، اب میں یہاں کے اپنے خاص احباب سے مشورہ کروں گا، لیکن اس کی صورت یہ ہوگی کہ آپ نے جس طرح میرے سامنے پوری تفصیل سے بات رکھی تھی اسی طرح ان کے سامنے بھی آپ رکھیں، میں ان کو اطلاع کر دوں گا کہ وہ آٹھ بجے یہاں خانقاہ میں آجائیں۔ وہ حضرات آٹھ بجے جمع ہو گئے ان میں ایک حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی تھے، دوسرے مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی مرحوم تھے، جو حضرت حکیم الامت کے ممتاز اصحاب علم خلفاء میں سے تھے، تیسرے صوبہ بہار کے ایک عالم تھے، جو اس زمانہ میں خانقاہ کے مدرسہ میں غالباً صدر مدرس تھے، ان کے علاوہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تھے، غالباً صرف یہی چار حضرات تھے۔

میں نے اس مجلس میں بھی پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ مسئلہ کو رکھا۔ حضرت کے دریافت فرمانے پر یہ سب حضرات خاموش رہے تو حضرت نے فرمایا کہ ''میں نے رات سے اب تک اس مسئلہ پر جو غور کیا ہے اس کی بنا پر میرا رجحان تو یہ ہے کہ مولانا نے جو بات ہمارے سامنے رکھی ہے وہ صحیح ہے اور ہمیں اسے قبول

کرلیناچاہیے۔۔۔اگراس رائے کے بارہ میں اطمینان اورشرح صدرہوجائے توپھرمیں اپنی ذات سے اس کے لیے تیارہوں کہ جمعیۃ العلماء میں شامل ہوجاؤں اور کانگریس کا بھی ممبربن جاؤں۔

حضرت مولاناخیرمحمدجالندھری رحمہ اللہ نے اصولی طورپرحضرت کی رائے سے اتفاق ظاہرکرتے ہوئے عرض کیاکہ میری گزارش یہ ہے کہ حضرت اپنی ذات کے بارہ میں توابھی کوئی اقدام واعلان نہ فرمائیں ، بس زیادہ سے زیادہ تائیدفرمادیں لیکن اپنے خاص معتمدچندحضرات کوارشاد فرمادیں کہ وہ شامل ہوجائیں اوردویاتین مہینے کی مدت قائم کردی جائے اس مدت میں وہ جمعیۃ العلماء کے ساتھ کام کرکے حضرت کی خدمت میں اپناتجربہ اوراپنی رائے عرض کریں اس کے بعداپنی ذات کے بارہ میں حضرت کوئی فیصلہ فرمائیں۔

میں نے حضرت مولاناجالندھری کی رائے کی تائیدکی ،حضرت نے بھی اس کوپسندفرمایااوراس حدتک بات اس مجلس میں گویاطے پاگئی ۔اس کے بعدحضرت نے فرمایاکہ اب اس کی ضرورت ہے کہ خودجمعیۃ العلماء کے حضرات سے بھی گفتگوہو، چنانچہ میرادہلی جاناطے ہوگیا۔

پھرحضرت نے فرمایاکہ یہ بہترہوگاکہ دیوبنداورسہارنپورکے حضرات بھی اس مشورہ میں شریک ہوں چنانچہ طے ہوگیاکہ فلاں صاحب حضرت کاخط لے کرسہارنپوراور دیوبندجائیں گے۔

صرف ایک دن بیچ میں چھوڑکردوسرے دن صبح کاوقت اس مشاورت کے لیے مقررکیاگیا، میں اسی دن دہلی روانہ ہوگیاسب سے پہلے جمعیۃ کے دفترمیں پہنچاوہاں مولاناسجادصاحب تشریف فرماتھے ،ان کوتھانہ بھون کے اپنے سفرکی روئیدادسنائی

اور عرض کیا کہ آپ کو، حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب کو تھانہ بھون تشریف لے چلنا ہے میں اسی لیے آیا ہوں۔ مولانا اسی وقت مجھے ساتھ لیے ''کوچہ چیلاں''، حضرت مفتی صاحب کے ہاں پہنچے۔ حضرت مفتی صاحب اور ان کے ساتھ ہم دونوں مولانا احمد سعید صاحب کے مکان پہنچے جو وہیں ''کوچہ چیلاں'' میں قریب ہی تھا، وہ اس وقت نگینہ کے سفر کے لیے تیار ہو کر گھر سے نکلنے ہی والے تھے، مولانا احمد سعید صاحب نے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے تار کا حوالہ دے کر تھانہ بھون کے سفر سے معذرت کی، اسی دن شام کو حضرت مفتی صاحب مولانا محمد سجاد صاحب اور یہ عاجز شاہدرہ سہارنپور ٹرین سے تھانہ بھون کے لیے روانہ ہو گئے، وہاں ٹرین رات کو پہنچتی تھی۔

اسٹیشن سے خلیفہ اعجاز صاحب کی رہنمائی میں ہم تینوں مولانا شبیر علی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ صبح نماز فجر کے بعد خانقاہ پہنچے نماز سے فراغت کے بعد ملاقات ہوئی، حضرت مفتی صاحب اور مولانا سجاد صاحب سے حضرت نے معانقہ بھی فرمایا، مزاج پرسی ہوئی۔

مجلس مشاورت

مجلس اور گفتگو کے لیے آٹھ بجے کا وقت مقرر تھا، ہم لوگ کچھ پہلے خانقاہ پہنچ گئے، حضرت تشریف لا چکے تھے، سہارنپور سے حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت مولانا اسعداللہ صاحب بھی تشریف لے آئے تھے، وہیں ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب، مولانا مفتی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب موجود تھے۔

مجلس کا آغاز ہوا، حضرت نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اس وقت ہم سب کے

یہاں جمع ہونے کا آپ ہی باعث ہوئے ہیں اس کا جو مقصد ہے اور جس مسئلہ پر غور کرنا ہے آپ ہی اس کو ان سب حضرات کے سامنے رکھیں۔

میں نے اپنی بات شروع کی اور تمہید کے طور پر تھانہ بھون حاضر ہونے اور حضرت کی خدمت میں اپنا ایک خاص خیال عرض کرنے کا اجمالی تذکرہ کیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی جیب سے وہ کاغذ نکالا جس پر میں نے موضوع سے متعلق نمبروار نوٹ لکھ رکھے تھے، اور پھر جس تفصیل سے میں نے پہلے دن حضرت کی خدمت میں اور دوسرے دن خانقاہ کی خصوصی مجلس میں اپنے خیالات عرض کیے تھے اسی تفصیل ووضاحت سے اس تیسری مجلس میں بھی اپنے خیالات پیش کیے۔

میں یہ بات ختم کر چکا تو مولانا ظفر احمد صاحب نے گفتگو شروع فرمائی اور آزادی کی جنگ میں کانگریس کے ساتھ اشتراک سے فقہی بنیاد پر اپنا اختلاف ظاہر کیا جہاں تک یاد ہے مولانا کی تقریر کا حاصل یہ تھا کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں یہ مسئلہ مصرحہ ہے کہ اگر دو فریقوں میں جنگ ہو اور مسلمانوں کو یہ امید ہو کہ ان میں سے فلاں فریق کا ساتھ دینے کے نتیجہ میں کلمہ اسلام یعنی اسلامی اقتدار قائم ہو جائے گا تو مسلمانوں کو اس میں شریک ہونا چاہیے، اور اگر جنگ کے نتیجہ میں کلمہ اسلام کی بلندی اور اسلامی اقتدار کے قائم ہونے کی امید نہ ہو تو اس جنگ میں مسلمانوں کو شریک ہونا اور قربانی دینا جائز نہیں۔

مولانا ظفر احمد صاحب نے اس سلسلہ میں فقہ حنفی کی کسی کتاب کی عبارت بھی پڑھی تھی جو اس وقت ان کے ساتھ تھی اور غالباً امام محمد کی سیر کبیر تھی۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت ہم ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے مسئلہ کی جو نوعیت ہے کتاب کی اس عبارت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس وقت ہمارے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ کانگریس اپنے خاص طریقہ

پر انگریزی حکومت کے خلاف طویل مدت سے جنگ کر رہی ہے اس کی یہ جنگ اسلحہ سے نہیں ہے کانگریس کی اس جنگ نے برطانوی حکومت کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ حکومتی اختیارات ہندوستانیوں کے حوالہ کرے ، وہ اختیارات کا کافی حصہ دے بھی چکی ہے اور حالات جس رفتار سے چل رہے ہیں ان سے اندازہ یہ ہے کہ مستقبل قریب ہی میں برطانوی حکومت باقی اختیارات بھی ہندوستانیوں کے حوالہ کرنے پر مجبور ہو جائے گی ، اور یہاں قومی جمہوری حکومت اس کی جگہ لے گی ، ہم مسلمان کانگریس کا ساتھ دیں جب بھی یہی ہوگا اور کانگریس کا ساتھ نہ دیں جب بھی یہی ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ دیر سویر کا فرق پڑے گا۔ یہاں جو جمہوری حکومت قائم ہوگی ہمیں ہرگز یہ غلط فہمی نہیں ہے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ وہ اسلامی حکومت ہوگی ، وہ ہندوستانی جمہوری حکومت ہوگی ۔

اب ہم مسلمانوں کے سامنے دو راستے ہیں ایک یہ کہ ہم آزادی کی اس جنگ میں کوئی حصہ نہ لیں اس صورت میں جب ملک آزاد ہوگا اور یہاں جمہوری حکومت قائم ہوگی ، تو ظاہر ہے ہم اس میں مؤثر نہیں ہو سکیں گے اور ہمارے اندر سخت کمتری اور شرمندگی کا احساس ہوگا اور ہم خود اپنے کو برابر کا شریک اور حق دار نہیں سمجھیں گے اور زور اور قوت سے اپنے حقوق کا مطالبہ بھی نہیں کر سکیں گے ۔

اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم آزادی کی جنگ میں شریک ہوں ، اس صورت میں ہمیں امید ہے کہ جب ملک آزاد ہوگا اور یہاں جمہوری حکومت قائم ہوگی تو ہم اس میں مؤثر اور دخیل ہوں گے وہ اسلامی حکومت تو نہیں ہوگی لیکن ہمارے دینی مقاصد کے لیے بھی موجودہ انگریزی حکومت سے ہمارے لیے وہ بہتر ہوگی اور ہماری حیثیت اس میں ایک ایسے شریک کار کی ہوگی جو جنگ اور قربانی میں بھی شریک رہا ہے ۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنے اس نقطہ نظر کی وضاحت کے بعد فرمایا، ہم نے جہاں تک غور کیا ہے، ہم مسلمانوں کے لیے اس دوسرے راستہ کو صحیح سمجھتے ہیں اور فیما بیننا وبین اللہ اس پر مطمئن ہیں۔

حضرت مولانا محمد سجاد صاحب نے اس پر اتنا اور اضافہ فرمایا لتکون کلمة الله هی العلیا (کلمہ اسلام کے بلند ہونے کا) اعلیٰ درجہ تو بے شک یہ ہے کہ صحیح دینی اصولوں پر اسلامی حکومت قائم ہو، اس کا تو ہندوستان میں کسی کے نزدیک بھی کوئی امکان اس وقت نہیں، لیکن اس کا ایک دوسرا درجہ یہ بھی ہے کہ مذہبی امور اور معاملات کے لحاظ سے اس وقت ہماری جو حالت ہے اس سے بہتر حالت ہو جائے۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اسی امید پر کر رہے ہیں اور اس کا راستہ ہمارے نزدیک یہی ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے اس مرحلہ پر یہ بھی فرمایا کہ اس راستہ میں بعض منکرات بھی پیش آتے ہیں... اس طرح کے منکرات سے واسطہ تو مسلم لیگ کے جلسوں میں بھی پڑتا ہے۔ (ملخصاً)

اس گفتگو میں جہاں تک اب یاد ہے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب اور حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا سجاد صاحب کے سوا حاضرین میں سے کسی نے کوئی خاص حصہ نہیں لیا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس دن اس سلسلہ میں اپنے کسی رجحان کا اظہار نہیں فرمایا، اس سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ پہلی دو گفتگوں کے آخر میں حضرت نے اپنے جس تأثر اور رائے کا اظہار فرمایا تھا اب اس میں غالباً فرق پڑ چکا ہے اور حضرت کا موقف وہ نہیں رہا جو میرے دہلی جانے سے پہلے تھا، یا کم از کم یہ کہ میں نے جو سمجھا تھا۔

حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب (ناظم مظاہر علوم سہارنپور) نے بھی

اس مجلس میں کچھ گفتگو فرمائی تھی اور مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی مرحوم نے بھی ایک مختصر تحریر پڑھ کر سنائی تھی جو وہ قلم بند کر کے لائے تھے لیکن یہ دونوں چیزیں مجلس کے اصل موضوع سے غیر متعلق تھیں اور اب ان کا ذکر کرنا غالباً مناسب بھی نہ ہو گا۔

اس مجلس میں بات شروع ہو چکنے کے بعد جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی پہنچ گئے تھے۔ یہ مجلس ۳۔۴ گھنٹے جاری رہی، آخر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب کافی وقت ہو گیا اور مسئلہ سے متعلق سارے پہلو سامنے آ گئے اب آپ حضرات کھانے سے فارغ ہو لیں اور آرام فرمالیں ... مجلس کے موضوع پر پھر کسی گفتگو کی نوبت نہیں آئی۔

مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ میرا اندازہ یہی ہے کہ اب حضرت کو اس رائے پر اطمینان نہیں رہا اور مزید غور و فکر کی ضرورت محسوس فرماتے ہیں۔

یہ واقعہ ۱۹۳۷ء کا ہے جبکہ صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کو قائم ہوئے چند مہینے ہی گزرے تھے، بعد میں ان حکومتوں کے رویہ سے مسلمانوں میں عام طور پر کانگریس سے بدظنی اور دوری بڑھتی ہی رہی، ان ہی چند مہینوں میں خاص کر ہمارے صوبہ یوپی میں مسلم لیگ کا زور شروع ہوا اور اس نے کانگریس اور اس کی حکومتوں کے خلاف وسیع پیمانہ پر، پروپیگنڈہ کی مہم شروع کی (جس کے لیے کسی حد تک مواد کانگریسی حکومتوں کے رویہ نے فراہم کیا)۔

اس صورت حال نے مولانا محمد سجاد صاحب کی ''نظام ملت'' والی سکیم کی کامیابی کے امکانات کو بڑی حد تک ختم کر دیا، اور غالباً اسی وجہ سے پھر جمعیۃ العلماء کے

کسی جلسہ میں بھی باضابطہ اس پر غور و بحث کی نوبت نہیں آئی ۔

حالات کی اس رفتار نے قدرتی طور پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس احساس کو اور آگے بڑھایا کہ کانگریس کے بارہ میں ہمارا جو طرز عمل اور طرز فکر رہا ہے وہی صحیح تھا اور صحیح ہے اور اس طرح مسلم لیگ کے ساتھ ایک طرح کا ذہنی قرب اور ہمدردی کا جذبہ بڑھتا رہا اور بعد میں تو کھلی حمایت کا بھی فیصلہ فرمایا۔ (تحدیث نعمت ص ۱۶۷)

مولانا نعمانی مرحوم کی یہ تحریر افسوس ہے کہ موصوف کی حیات میں نظر سے نہیں گزری اور اب تو اس مجلس مشاورت کے ارکان میں سے بھی کوئی صاحب بقید حیات نہیں جس کا تذکرہ مولنا موصوف نے کیا ہے اور وہ خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش پر اس لیے منعقد ہوئی تھی کہ حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری مرحوم کی سکیم پر غور کیا جائے۔

اب اس پر نہ تو مزید اضافہ کی کوئی صورت ہے نہ اس پر تبصرہ کا کوئی فائدہ ہے، اس سکیم پر بہرصورت جمیعۃ العلماء نے عمل نہیں کیا، اور نہ ہی اس کا جمیعۃ کے کسی جلسہ خاص یا عام میں کوئی تذکرہ ملتا ہے۔

مولانا نعمانی مرحوم کے بیان کے مطابق وہ سکیم جمعیۃ العلماء کی کسی مجلس میں پیش نہیں کی گئی ۔ مولانا نعمانی مرحوم کی للہیت اور ان کے خلوص کی بنیاد پر اس سلسلہ میں کسی قسم کی حرف گیری مناسب نہیں ہے لیکن ایک خدشہ ضرور ہوتا ہے کہ جو سکیم ابھی صرف مجوز کے ذہن ہی میں ہے اور اس پر جمعیۃ العلماء کے اراکین شوریٰ میں بھی پوری طرح تو کیا ابتدائی مراحل میں بھی بحث کے لیے پیش نہیں ہوئی اس کو لے کر مولانا موصوف تھانہ بھون حضرت تھانوی سے تسلیم اور منظور کرانے کے لیے آ گئے ۔ پہلے جمعیۃ العلماء سے تو اس کی منظوری حاصل کر لی جاتی تھانہ بھون سے منظوری

اور تائید کا موقع تو اس کے بعد میں آنا چاہیے تھا، مگر مولانا مرحوم کی طبعی زود اثری اور خلوص کا اثر تھا کہ مولانا سجاد صاحب کی سکیم کے معلوم ہونے کے بعد فوراً ہی اس کے حق میں اکابر کی رائے معلوم کرنے کی فکر پیدا ہوگئی اور اس سلسلہ میں نہ تو کسی سے مشورہ کیا اور نہ ہی یہ معلوم کیا کہ جمعیۃ العلماء اس کو منظور کرے گی اور قابل عمل سمجھے گی یا نہیں ؟ بس سیدھے تھانہ بھون حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوری ہمدردی اور خلوص کے ساتھ پوری بات سنی اور اس پر بجائے کسی قانونی گرفت کے اپنے خاص احباب کے مشورہ پر موقوف فرمایا اور اگر مشورہ ہوجائے تو بنفس نفیس اس سکیم میں شرکت کے عزم کا اظہار بھی فرمایا۔ جو بعد مشورہ احباب خاص اور بعد مجلس مشاورت کے قائم نہیں رہا اور بقول حضرت مولانا خیر محمد جالندھری حضرت ابھی مزید غور و فکر کی ضرورت محسوس فرماتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایک مخلصانہ سکیم کے جواب میں یہی طریقہ اختیار فرمانا مناسب تھا جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا۔

اس میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سابقہ مسلک دربارۂ سیاسیات سے کسی قسم کا تخالف نہیں تھا، بلکہ یہ سکیم زیر غور تھی اور اس کا قبول کرنا احباب خاص کے مشورہ پر موقوف فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریحاً فرمایا تھا۔

لیکن مشورہ کے بعد بعض خاص پہلو مزید سامنے آئے تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید غور و فکر کی ضرورت محسوس فرمائی ہوگی۔ اس میں کسی طے شدہ بات کی نفی نہیں ہے کیونکہ ابھی تو ساری گفتگو زیر بحث مسئلہ میں بطور غور و فکر کے ہی ہو رہی تھی البتہ اس میں قبول کا جذبہ کارفرما تھا اگر بعد مشورہ طے ہوجائے۔ مگر مشورہ کے بعد یہ طے نہیں ہوسکا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو کھل کر ہی مخالفت کا اظہار فرمادیا تھا۔

دوسرے حضرات نے بھی اس کی مخالفت نہیں فرمائی پھر اس کو کیسے قبول کیا جاسکتا تھا۔

اس سلسلہ میں بنیادی بات وہ تھی جس کو دہلی، دیوبند، سہارنپور کے علماء کرام کے سامنے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح سیر کبیر للسرخسی کی عبارت کے حوالہ سے پیش فرمایا تھا۔ کیونکہ اصل مسئلہ تو جواز وعدم جواز کا تھا۔ اس شرکت کے منافع ومضار پر بحث بھی اسی حیثیت سے ہوئی تھی۔

احقر نے اپنی طالب علمی کا زمانہ اپنے والد حضرت مفتی سید عبدالکریم صاحب گمتھلوی مرحوم کے ہمراہ تھانہ بھون میں بھی گزارا ہے۔ یہ واقعہ اسی زمانہ کا ہے جس زمانہ میں احقر خانقاہ تھانہ بھون کا طالب علم تھا اور ان حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی نشست وبرخاست کا نقشہ خوب ذہن نشین ہے مگر مجھے حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور مولانا قاری محمد طیب صاحب کا موجود ہونا یاد نہیں آرہا۔ حضرت والد صاحب مرحوم سے اسی وقت سے بارہا یہ واقعہ سنا ہوا ہے، اور اس کا خلاصہ ذہن میں محفوظ ہے۔

واقعہ یوں محفوظ ہے کہ اس مجلس مشاورت میں مولانا محمد سجاد صاحب مرحوم نے شرح سیر کبیر کے حوالہ سے کانگریس کی شرکت کا جواز ثابت کرنا چاہا تھا، اس پر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نے کتب خانہ سے شرح سیر کی عبارت پیش کی تھی اس کو سب حاضرین حضرات نے ملاحظہ فرمایا تھا۔ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرما چکے تھے کہ میں مقلد ہوں حتیٰ کہ متاخرین میں سے شامی کا بھی مقلد ہوں اگر فقہاء کی عبارت سے شرکت کانگریس کا جواز بھی ثابت ہوجائے تو میں اختلاف نہیں کروں گا۔

شرح سیر کی وہ عبارت جس کو حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نے مولانا محمد سجاد صاحب مرحوم کے حوالہ کے بعد پیش فرمایا تھا، مولانا نعمانی مرحوم نے تو اس کو پیش

نہیں فرمایا وہ عبارت یہ تھی :

لابأس بان يستعين المسلمون باهل الشرك علىٰ اهل الشرك اذا كان حكم الاسلام هو الظاهر (ج۳ص۱۸۶)

اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ مسلمان بمقابلہ مشرکین کے کسی دوسرے فرقہ مشرکین سے امداد لیں بشرطیکہ (امداد دینے والے مشرکین پر) حکم اسلام کا غالب ہو، الخ۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے اس پر فرمایا تھا کہ ہندوستان کی موجودہ حالت ایسی ہے کہ اس کے بارہ میں فقہاء کی عبارات سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اور اس کا جواز ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اسی کو شاید مولانا نعمانی مرحوم نے اپنی اس عبارت میں ان لفظوں سے تعبیر کیا ہے کہ اس عبارت کا موجودہ حالت سے کچھ تعلق نہیں ہے (۱)۔

---

(۱) حضرت والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ تحریر یہیں تک دستیاب ہوئی ہے، ان کا مقصد اس تحریر سے یہ تھا کہ اس واقعہ سے یہ تاثر دینا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کانگریس یا جمیعۃ علماء ہند کے موقف کو صحیح قرار دینے پر تیار ہو گئے تھے اور اپنے پہلے موقف سے گویا رجوع فرمالیا تھا انتہائی مشکل اور حضرت اقدس کی تصریحات اور حالات کے خلاف ہے۔ رہا حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ''اگر اس رائے کے بارہ میں اطمینان اور شرح صدر ہو جائے تو پھر میں اپنی رائے سے اس کے لیے تیار ہوں کہ جمیعۃ علماء ہند میں شامل ہو جاؤں اور کانگریس کا بھی ممبر بن جاؤں''۔ تو اول تو یہ تجویز اطمینان اور شرح صدر پر موقوف تھی۔ دوسرے یہ کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات حضرت مولانا نعمانی مرحوم کے خلوص سے متاثر ہو کر ارشاد فرمائی تھی جیسا کہ بعد میں حضرت نے اس کا اظہار خود بھی فرمایا تھا، جس کا مطلب ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ اپنا منشا اور ذاتی رائے نہ تھی۔ اس لیے اسے حضرت کا موقف قرار دینا خلاف حقیقت معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بمراد عبادہ۔ احقر عبدالقدوس ترمذی

ناقل ومرتب: مفتی محمد راشد ڈسکوی

علماء وطلبا کے لیے زریں نصائح

خطاب: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

صدر وفاق، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم نے جامعہ فاروقیہ کراچی میں تعلیمی سال کے اختتام پر طلبائے جامعہ سے نہایت گراں قدر نصائح پر مشتمل جامع ومانع بیان فرمایا جسے افادہ عام کے لیے ماہنامہ ''الفاروق'' کے شکریہ کے ساتھ ماہنامہ ''الحقانیہ'' میں شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدالرسل وخاتم النبیین وعلٰی آلہ وصحبہ وازواجہ واتباعہ امتہ وعلٰی من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

امابعد، فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔لقدمن اللّٰہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولاًمن انفسھم یتلواعلیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوامن قبل لفی ضلال مبین۔(آل عمران ۱۶۴)

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان فی الجسدمضغۃ اذاصلحت صلح الجسد کلہ واذافسدت فسدالجسد کلہ ألاوھی القلب اوکماقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے زبانیں بھی قاصر، دل ودماغ بھی قاصر ہیں کہ اس نے اپنی رحمت سے ہمیں جامعہ فاروقیہ میں تعلیمی، تربیتی سال مکمل کرنے کی توفیق

عطا فرمائی۔ یہ اس کا احسان ہے، یہ اس کی رحمت ہے اور بلا استحقاق یہ احسان اور یہ رحمت جامعہ کی طرف متوجہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح سال مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، دعا ہے کہ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ان کوششوں کو، ان مساعی کو اپنی بارگاہ اقدس میں حسن قبول عطا فرمائے جن حضرات نے محنت کی ہے، خواہ کسی انداز سے کی اور جامعہ کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے اپنی صلاحیت استعمال کی، اللہ پاک ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور جن طلبا کے لیے اور آنے والے مہمانان رسول کے لیے یہ کوشش کی گئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام طلبا کو اپنی محبت عطا فرمائے، اور ان کے دلوں کی اصلاح فرمائے، ان کے ایمان کو مضبوط فرمائے، ان کے اعمال کو صالحات میں شامل فرمائے، ان کے اخلاق، ان کے معاملات ان کی معاشرت، سب کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ تو ابتدائی تمہیدی کلمات تھے، اس کے بعد ایک بات دوٹوک الفاظ میں اور بہت واضح انداز میں یہ کریں گے، کہ ہمارا جامعہ فاروقیہ اور ہمارا وفاق المدارس قرآن وحدیث کی تشریح کے ذیل میں علماء دیوبند کے مسلک ومشرب کو عام کرنے کے لیے، علماء دیوبند کے مسلک ومشرب کو پھیلانے کے لیے، علماء دیوبند کے مسلک ومشرب کو خلق خدا تک پہنچانے کے لیے قائم ہوا۔ علماء دیوبند نے، جن کی پیروی وفاق کرتا ہے، جن کی پیروی جامعہ فاروقیہ کرتا ہے، بڑے بڑے جبال علم بڑے بڑے نامور علماء، اکابر مفسرین، اکابر محدثین، اکابر فقہاء، اکابر جہاد آزادی اور اکابر صوفیاء اور اصحاب دعوت وارشاد پیدا کیے ہیں اور یہ ایک دو نہیں، دس پانچ نہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں، ان سب کی خدمات گوشۂ گمنامی میں نہیں، ان میں سے اکثر کی خدمات پورے عالم میں پھیلی

ہوئی نظر آتی ہیں ۔ان کی خدمات کا عمومی طور پر، خصوصی طور پر، ہر مقام پر، ہر جگہ اکرام واحترام کیا گیا ہے اور ہم صرف تقلیداً نہیں تحقیق پر عالم کے حالات کا اچھی طرح تفصیلی جائزہ لے کر ان کے پیروکار بنے ہوئے ہیں ۔آپ جامعہ فاروقیہ کو رہنے دیجیے، وفاق المدارس اتنا عظیم ادارہ ہے کہ اس کی کوئی مثال کہیں موجود نہیں ہے اور وفاق المدارس مذاہب دینیہ اور مذاہب اسلامیہ اور ہمارے ان تمام اداروں کی حفاظت کا، استحکام کا، ایک مضبوط اور مستحکم مرکز ہے، جس نے بڑوں بڑوں کو جو دینی تعلیم کی عظمت کے دشمن تھے، اللہ کی مدد سے پسپائی پر مجبور کیا، ان کی ناجائز کوششوں کو جو ہمارے مدارس کے خلاف تسلسل کے ساتھ جاری تھیں ناکام بنایا۔

الحمدللہ یہ اتنی بڑی تعداد صرف ایک مدرسہ میں موجود ہے ۔آپ ملک کے کسی علاقہ میں چلے جائیں، ہم ابھی بلوچستان ہو کر آئے ہیں ، جسے لوگ کہتے ہیں کہ پسماندہ علاقہ ہے، ہم نے دیکھا کہ مدارس کے اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ علاقہ ہے۔اتنے طلبا، اتنے علماء، اتنے مدارس کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں ،جلسہ میں بیٹھ کر بات کرو تو حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی، یہ ساری کی ساری برکت وفاق کی ہے، اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ جامعہ فاروقیہ اور وفاق علمائے دیوبند کا پیروکار ہے، لہٰذا نہ جامعہ فاروقیہ میں مماتیوں کے لیے کوئی گنجائش ہے اور نہ وفاق میں ۔ یہ بات طے شدہ ہے، وفاق کا مؤقف کمزور نہیں ہے، وفاق کے مؤقف میں تردد اور شک شامل نہیں ہے، وفاق کا مؤقف مبنی علی الیقین ہے اور وفاق اپنے خیالات میں، اپنے عزائم میں مستقل اور مضبوط ہے، تو اس لیے میں اپنے ان بھائیوں سے، وہ ہمارے بھائی ہیں، یہ گزارش کروں گا کہ وہ حضرات جو مماتی ذہن رکھتے ہیں وہ یہاں (جامعہ فاروقیہ میں) تشریف نہ لایا کریں ،آپ سن رہے ہیں یا نہیں ؟ سن رہے ہیں؟ بات سمجھ میں آرہی ہے؟ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم ان کے دشمن نہیں ہیں، ہم

ان کے بدخواہ نہیں ہیں، ہم ان کے خیر خواہ ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق کے لیے ان کو شرح صدر نصیب فرمائے، لیکن ہم اپنے مدرسوں کو ان دوستوں سے محفوظ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔

علماء دیوبند کا مزاج و مذاق

لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو دوسرے حیاتی مولوی مماتیوں کے خلاف ہیں، وہ تو اتنے سخت نہیں ہیں، یہ تو بہت سخت ہے۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ انہوں نے دیوبند کو دیکھا بھی نہیں، انہوں نے دیوبند میں وقت ہی نہیں گزارا۔ اور ایک بات اور بہت سے لوگوں نے گزارا ہے مگر فقط ایک، دورے کے لیے گئے۔ ایک سال میں دیوبند کا مزاج کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر میں نے وہاں پانچ سال گزارے ہیں۔ اور یہ بھی آپ کو بتادوں، فخر کے طور پر نہیں، میں نے وہاں پانچ سال اس طرح گزارے ہیں کہ میں وہاں اپنے اساتذہ کی آنکھوں کا تارہ تھا، وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ میں نے پانچ برس دیوبند میں اس طرح گزارے ہیں کہ مجھے حضرات اساتذہ کا خصوصی قرب حاصل رہا، تو اس لیے میں جس طرح علماء دیوبند کے مزاج سے واقف ہوں، یہ تو نہیں کہتا کہ اور کوئی واقف نہیں، نہیں! مجھ سے زیادہ واقفیت رکھنے والے بھی ہوں گے، لیکن یہ جو ایک سال رہ کر وہاں سے آتے ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں، یہ دیوبند کے مذاق و مزاج سے واقف نہیں ہیں، اور دیوبند کا مزاج مماتیوں کے مطابق ہرگز نہیں ہے۔ اس لیے میری درخواست ہے اپنے ان دوستوں سے، کہ وہ مماتیوں ہی کے مدرسے میں جایا کریں، ہمارے مدرسوں میں نہ آیا کریں، ٹھیک ہے نا؟ میرے مماتی بھائی جتنے یہاں موجود ہیں، ناراض نہ ہوں، میں نے بہت ادب کی رعایت رکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے، لیکن حق حق ہوتا ہے، اس کو بیان کرنے میں تکلف نہیں ہونا چاہیے، وہ میں نے بیان کر دیا۔

اپنی علمی، عملی اور روحانی ترقی کا خیال رکھیں

یہاں ایک درخواست آپ سے یہ ہے کہ چاہے آپ فارغ ہو گئے ہوں، چاہے آپ کا طلب علم کا سلسلہ جاری ہو، آپ کو اپنی علمی ترقی کا خاص خیال رکھنا ہوگا، اپنی قابلیت بڑھانے کی، اپنی قابلیت بہتر سے بہتر بنانے کی اور صرف علمی نہیں عملی اور روحانی ترقی کا بھی اہتمام کرنا ہے، ہر آدمی ترقی چاہتا ہے، ہم بھی چاہتے ہیں، آپ بھی چاہتے ہیں، سب چاہتے ہیں، آپ چونکہ وراثت کی قوت کے حامل بن رہے ہیں تو آپ کی ترقی کا تعلق علم سے، عمل سے، اور روحانیت سے ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم و عمل اور روحانیت کی ترقی کی معراج عطا کی تھی لہٰذا آپ کو بھی اس کے لیے خوب محنت، خوب کوشش کرنی چاہیے۔

موجودہ سیاست سے اپنے آپ کو دور رکھیں

دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو آج کل کی سیاست ہے نا، آپ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت فرمائیں۔ کیا سمجھے؟ گزارش یہ ہے کہ میں ہر سیاست کی بات نہیں کر رہا، ہمارے ملک میں جو سیاست رائج ہے، پاکستان کے اندر جو سیاست رائج ہے، اس کے حوالے سے میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کریں کہ اے اللہ! ہمیں اس سیاست سے محفوظ فرما۔ میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا، آپ عقلاء ہیں، وللعاقل تکفیه الاشارة، عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے، ہماری، آپ کی تمام انسانیت کی زندگی کا اصل مقصد اللہ رب العزت و رسول کی رضا ہے۔ اصل مقصد اللہ رب العزت و رسول کی رضا ہے اور موجودہ سیاست میں قدم رکھنے سے وہ (اللہ کی رضا) گم ہوتی ہے، وہ برقرار نہیں رہتی۔ اصل مقصود تو اللہ رب العزت و رسول کی رضا ہے اور موجودہ سیاست میں شامل ہونے کے بعد اللہ و رسول کی رضا حاصل ہونے کے

امکانات ختم ہوجاتے ہیں ،لہٰذا آپ اپنے آپ کو اس سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کریں۔

جدیدیت کا فتنہ

ایسے ہی ایک فتنہ جدیدیت کا ہے۔ بڑے بڑے عالم اور مقتدا،عوام ان پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتی ہے ،علم وفضل میں ان کا مقام بہت اونچا اور بہت بلند ہے ، لیکن ہمارے مشاہدہ میں آرہا ہے وہ کہ جدیدیت کا شکار ہو گئے اور جدیدیت کا شکار ہونے کے بعد کئی گل انہوں نے کھلائے اور وہ گل جوانہوں نے کھلائے ہیں ان سے ایمان کی روشنی کے بجائے عصیان کا اندھیرا چھا گیا۔

ألاتسمعون ان البذاذة من الایمان ،ألاتسمعون ان البذاذة من الایمان ۔

(اخرجه ابوداود فی سننه، کتاب الترجل ،باب رقم الحدیث ۴/۲۵۴، ۴۱۶۱، دار ابن حزم)

سادگی ایمان کا حصہ ہے، یہ جو جدیدیت کی بلا ہے،اس کا ایک سبب مغرب سے مرعوب ہونا ہے۔لوگ مغرب سے مرغوب ہوکر جدیدیت کا شکار بنے (اور ایک سبب اس جدیدیت کا،مفادات کی دوڑ ہے،مفادات حاصل کرنے کے لیے جدیدیت کے ہتھیار کو کام میں لایا جاتا ہے، ہمارے نزدیک مغرب کی مرعوبیت بھی بلا ہے،مغرب کی مرعوبیت بھی مذموم ہے مغرب کی مرعوبیت بھی نہایت ناپسندیدہ اور نہایت قبیح ہے اور مفادات کی دوڑ میں آگے نکلنے کی کوشش کرنا، یہ بھی تباہی کا راستہ ہے،ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہمارے عزیز ہم نہیں چاہتے یہ ہماری روحانی اولاد،ہم نہیں چاہتے یہ ہمارے پیارے طلبا ان وباؤں میں مبتلا ہوں۔ان کو ان تمام وباؤں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

میں ایک بات پوچھتا ہوں ، یہ جو میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں ،اپنی غرض سے یا آپ کی غرض سے؟ میری اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں، میری اپنی کوئی ذاتی مصلحت اس میں

نہیں ہے۔آپ ہمارے پاس آئے ،ہم نے آپ کی خدمت کو اپنی زندگی کا بہترین عمل سمجھا،ہم رات دن آپ کو تعلیم اور تربیت کی نعمتوں سے آراستہ کرنے میں لگے رہے،کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ یہ حقیقت ہے،لہٰذا ہم اسی جذبہ خیر خواہی کی بنا پر آپ سے یہ درخواستیں کررہے ہیں۔

فراغت کے بعد اہل حق علماء سے تعلق رکھیں

اس کے بعد ایک اور بات آپ سے عرض کرنی ہے کہ جب آپ فارغ التحصیل ہوجائیں اور کسی بھی مقام پر چاہے آپ کا اپنا علاقہ ہو یا کسی دوسرے کا علاقہ ہو،وہاں جو اہل حق علماء ہیں ان کے پاس جایا کریں۔دوسری بات یہ کہ وہاں رہتے ہوئے آپ کا کردار،آپ کا عمل،آپ کی روش،آپ کے معاملات،آپ کے تعلقات اتنے خوبصورت ہوں کہ لوگ ان پر رشک کرتے ہوں،ظاہر ہے کہ آپ کے معاملات ایسے ہوں گے تو آپ اچھے شمار ہوں گے نا؟ جب یہاں اچھے شمار ہوں گے تو اللہ کے یہاں بھی اچھے شمار ہوں گے۔

فراغت کے بعد درس قرآن کا اہتمام کریں

اسی طریقے سے ایک گزارش یہ ہے کہ جو حضرات یہاں سے فارغ ہوکر جائیں گے،وہ جہاں بھی ہوں،قرآن مجید کے درس کا اہتمام کریں،موقع محل،مقام کے اعتبار سے درس ضرور دیا کریں،یعنی قرآن کریم کے ساتھ ان کا رابطہ بشکل درس ہونا چاہیے،چاہے روزانہ ہو،چاہے ہفتہ واری ہو۔بہرحال منشا کیا ہے؟ قرآن سے تعلق ہو،درس سے منشا قرآن سے تعلق ہے۔

دعوت وتبلیغ کا کام کریں

اس کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کا کام کیا جائے،اس کے فیوض،

اس کی برکات عام ہیں، پوری دنیا میں ہیں۔کوئی آدمی ان کا انکار کرے تو یا تو وہ تجاہل عارفانہ کرتا ہے، یا عناد کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔سچ بات یہ ہے کہ لاکھوں آدمی ہیں، دعوت وتبلیغ کے کام کے ذریعہ سے جن کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے قائم ہوا، وہ نماز پڑھنے لگے ہیں، وہ داڑھیاں رکھنے لگے ہیں، وہ زکاۃ دینے لگے ہیں، ان میں کئی دانے کچھ خراب بھی نکل جاتے ہیں، وہ تو مولویوں میں بھی نکل جاتے ہیں، اگر کسی تبلیغی آدمی کے حوالے سے آپ کے ذہنوں میں کوئی قصہ ہے، تو وہ مولویوں کے بارے میں بھی ہوتا ہے۔ چند آدمیوں کی بنا پر پوری جماعت کو بدنام نہیں کیا جاتا۔

فتنوں کا تعاقب کریں

اس کے بعد آخری گفتگو، اور وہ آخری گفتگو پوری توجہ سے سننے کی ہے، آپ کو یہ معلوم ہے کہ جب اندھیری رات میں اندھیرا پوری طرح چھا جاتا ہے تو تمام اشیاء نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ایسے ہی آج کل اندھیری رات کی طرح فتنے چھائے ہوئے ہیں، کتنے فتنے ہیں، کتنے فتنے ہیں اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے، آپ غور کریں، کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں، وہ عبدالرحمٰن، عزیز اللہ، کریم بخش، احمد حسن، ان کے نام ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں لیکن یہ اندر سے مسلمان نہیں، بہت کم، ان کو اسلامی عقائد پر بھی اعتراض ہے، ان کو اسلامی عبادات پر بھی اعتراض ہے، ان کو اسلامی تعلیمات پر بھی اعتراض ہے۔

ہم دل کی اصلاح سے غافل ہو چکے ہیں

اور بہت سے ایسے ہیں جن کو اعتراض تو نہیں ہے مگر شک میں مبتلا ہیں کہ یہ ٹھیک بھی ہیں یا ٹھیک نہیں ہیں، ہماری عقل تو ان کو قبول کرتی نہیں ہے اب ہم ان کو مانیں یا نہ مانیں؟ بہت سے منکر، بہت سے شک میں مبتلا ہیں، ایسے لوگ بے شمار ہیں، نام ان کا عبدالرحمٰن، نام ان کا عزیز اللہ، ان کا کریم بخش، نام ان کا احمد حسن ہے۔

علماء موجود ہیں، وعظ بھی ہو رہے ہیں، تلقین بھی ہو رہی ہے، کتابیں بھی لکھی جا رہی ہیں، فتوے بھی صادر ہو رہے ہیں، مدرسے بھی موجود ہیں، دارالافتاء بھی موجود ہیں، دعوت وتبلیغ کا کام بھی ہو رہا ہے۔ ہو رہا ہے سب کچھ کہ نہیں ہو رہا؟ لیکن ایک کام نہیں ہو رہا، علماء کے مواعظ ہو رہے ہیں، علماء کی تلقینات بھی جاری ہیں، دینی کتابیں بھی چھپ رہی ہیں، بے شمار دینی رسائل شائع ہو رہے ہیں، مدرسوں کی کوئی کمی نہیں، مولویوں کی کوئی کمی نہیں، طالب علموں کی کوئی کمی نہیں، دعوت وتبلیغ کا کام دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے، یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اللہ ان کو قبول فرمائے، ایک کام نہیں ہو رہا، آپ بتاؤ کیا نہیں ہو رہا؟ ایک کام نہیں ہو رہا، دل کی اصلاح کی طرف کسی کی توجہ نہیں، کیا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے:

ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله، الا وهی القلب۔ (اخرجه البخاری فی صحیحه)

یہ جو دل ہے نا، یہ ٹھیک ہے تو سب کچھ ٹھیک ہے، اگر اس میں بگاڑ ہے تو ہر چیز میں بگاڑ ہے، اس چیز کی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہیں، بڑے بڑے تحقیقی کام ہو رہے ہیں، بڑے بڑے ادارے قائم ہو رہے ہیں، بڑے بڑے مولوی، مصنف پیدا ہو رہے ہیں، مجھے انکار نہیں ہے، ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے، لیکن کوئی بھی دل کے احوال کی طرف متوجہ نہیں ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل ٹھیک سب ٹھیک، دل خراب سب خراب، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے؟ اس مسئلہ کا کہ دل ٹھیک ہو جائے، حالات ٹھیک ہو جائیں، دل کا اعراض ختم ہو جائے اور دل کا بگاڑ ختم ہو جائے۔

دل کی اصلاح کے لیے دو کام

اس کے لیے دو کام ہیں: ایک صحبت اہل اللہ اور دوسرا کثرت ذکر اللہ، آپ کو

معلوم ہوگا، آپ خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ اور عشرہ مبشرہ اصحاب بدر، اصحاب بیعت رضوان، فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والے، فتح کے مکہ کے بعد ایمان لانے والے، رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سب کون ہیں؟ صحابی ہیں، ہیں نا؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرید تھے یا نہیں؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے یا نہیں؟ لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادت مند ہیں، یہ نہیں کہا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تلمیذ ہیں شاگرد ہیں۔ کہا گیا تو یہ کہا گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ یعنی کہ ذکر تلمذ کا نہیں ہے، حالاں کہ تلمیذ تھے۔ ذکر ارادت کا نہیں ہے، حالانکہ مرید تھے، ذکر صحبت کا ہے کہ یہ صحابی ہیں اور اس صحبت رسول کی بنا پر اللہ نے ان کو وہ مقام عطا کیا ہے، وہ منصب عطا کیا ہے، وہ منصب عطا کیا ہے، وہ رفعت از خود عطا کی ہے کہ ان کے بعد کائنات میں کسی نبی کی امت کو وہ مقام نہیں ملا۔ یہ عظمت یہ رفعت، صحبت کی وجہ سے ہے کہ ان کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل تھی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرما گئے، وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کس کی صحبت اختیار کی جائے؟ صحابہ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی تھی، اور نبی کی صحبت سے وہ اس مقام پر پہنچے تو قرآن نے اس کا حل بیان کیا: یاایھاالذین اٰمنوااتقواللّٰہ وکونوامع الصادقین۔ (التوبۃ ۱۱۹)

یہ ہے حل۔ کیا؟ کہ یاایھاالذین آمنوااتقواللّٰہ۔ اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کی معیت اختیار کرو۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تقویٰ اختیار کرو گے تو رفعت ملے گی، تقویٰ اختیار کرو گے تو عزت ملے گی۔ قرآن کہتا ہے کہ:

ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم۔ (الحجرات: ۱۳) تقویٰ اختیار کرو، صحابہ کو عزت ملی، صحابہ کو رفعت ملی، تم عزت و رفعت چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو۔

صادقین قیامت تک باقی رہیں گے

اورآگے ہے کونوامع الصادقین۔ یہ قرآن کی آیت ہے؟ قیامت تک کے لیے ہے؟ یااسی زمانے کے لیے تھی؟ اگر قیامت تک کے لیے ہے تو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صادقین بھی قیامت تک باقی رہیں گے، اگر یہ آیت قیامت تک کے لیے ہے اور یقیناً ہے اوراس میں اس کا حکم دیا گیا ہے کہ صادقین کی معیت اختیار کرو تو اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ صادقین کی جماعت بھی قیامت تک باقی رہے گی۔ ان صحابہ کی معیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، یہاں یہ معیت صادقین کے ساتھ ہے۔

معیت وصحبت کے عجیب اثرات

آپ کو معلوم ہے کہ یہ جو معیت ہوتی ہے اس کے بڑے عجیب اثرات ہوتے ہیں، آپ کو یاد ہوگا، آپ نے ضرور پڑھا ہے کہ:

کل مولود یولدعلی الفطرۃ فابواہ یھودانہ وینصرانہ ویمجسانہ۔ (رواہ ابوھریرۃ، واخرجہ الامام مسلم فی صحیحہ، کتاب القدر، باب معنیٰ کل مولود یولد علی الفطرۃ وحکم موت اطفال الکفار، رقم الحدیث ۲۹۲۶، دار الجیل بیروت)

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، کل مولود یولد علی الفطرۃ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر صحبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بچہ مجوسی بن جاتا ہے، صحبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بچہ عیسائی بن جاتا ہے، ماں باپ یہودی ہیں، ماں باپ عیسائی ہیں، ماں باپ مجوسی ہیں تو فطرت اسلام پر پیدا ہونے والا بچہ ان کی صحبت میں رہتا ہے، صحبت میں رہتے رہتے فطرت بدل جاتی ہے اور فطرت کے بدلنے پر وہ بچہ مسلم بننے کی بجائے یہودی، عیسائی اور مجوسی بن جاتا ہے۔

ہم نے بخاری شریف میں پڑھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک

صحبت ہوتی ہے عطار کی اور ایک صحبت ہوتی ہے لوہار کی، عطار جو ہوتا ہے، اگر آپ اس کے پاس جائیں گے، اگر اس نے خوشبو آپ کو نہ دی، اس نے آپ کے بدن پر، آپ کے کپڑوں پر، آپ کے ہاتھ پر خوشبو نہ لگائی تو کم از کم وہاں بیٹھ کر خوشبو سونگھنے میں تو آئے گی، کیا نہیں آئے گی؟ اس سے دل و دماغ کو راحت حاصل ہوگی، اس سے دل و دماغ کو سکون ملے گا، لوہار کے پاس جائیں گے تو اس کے پاس بھٹی میں آگ لگی ہوئی ہوگی، آپ کے کپڑے اگر نہیں جلیں گے، آپ کا بدن اگر نہیں جلے گا، تو کم از کم اس کی بدبو سے دماغ تو خراب ہوگا، یا نہیں ہوگا؟ (رواہ ابو موسیٰ واخرجہ البخاری فی صحیحہ، کتاب البیوع، رقم الحدیث: ۲۱۰۱، ۲/۷۴۱، ۱۹۸۵ دار طوق النجاۃ)

صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرء علیٰ دین خلیلہ، فلینظر احدکم من یخالل (رواہ ابو ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ، واخرجہ الترمذی فی سننہ کتاب الزھد باب رقم الحدیث ۲۳۷۸، ۴/۵۸۹، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی)

آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے، تم دیکھو کہ کس کو دوست بناتے ہو۔

صحبت کے یقینی اثرات

تو میرے عزیزو! اگر یہودیوں کی، نصرانیوں کی اور مجوسیوں کی صحبت میں بیٹھ کر فطرت اسلام پر پیدا ہونے والے بچے میں تبدیلی آجاتی ہے تو بتاؤ خدا کے بندو! کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہو گے تو تمہارے اندر تبدیلی آئے گی یا نہیں؟ لیکن عمامہ ہے، شاندار جبہ ہے، ٹخنوں سے اونچی شلوار ہے، کندھے پر سفید رومال ہے، بڑی دلکش عصا ہے، تو کیا یہ بن گیا؟ نہیں دوستو نہیں، اس طرح نہیں، یہ بننے کی طریقے نہیں ہیں، بننے کا طریقہ کیا ہے؟ مٹا دو اپنے آپ کو، یہ انا ختم کر دو، یہ دورہ حدیث شریف کے طلبا جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کی پکڑ انا پر ہوئی، حضرت بلال حبشی کی گرفت انا پر ہوگئی، اب جناب عالی ہم انا کے خول میں دب چکے ہیں، اس سے نکالو اپنے آپ کو، آپ کا ظاہر کیسا ہے؟ آپ کا باطن کیسا ہے یقیناً میں دھوکہ کا کھا جاؤں گا، میرے ظاہر اور باطن سے آپ دھوکہ کھا سکتے ہیں، مگر مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ بھی دھوکہ کھا سکتے ہیں؟ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو ٹھیک کرو۔ یہ آخری بات تھی جو میں نے آپ سے عرض کی کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو، وہ موجود ہیں اور رہیں گے، اس لیے قرآن نے ان کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور قرآن قیامت تک کے لیے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں وہ قیامت تک باقی رہیں گے۔

ذکر اللہ کی کثرت کریں

دوسری بات ہم نے آپ سے عرض کی تھی، ذکر اللہ، ذکر اللہ کا اہتمام کریں، ذکر اللہ کے حوالے سے آپ علماء کے بڑے قیمتی بیانات سنیں گے، بڑی بڑی قیمتی باتیں آپ کو سننے کو ملیں گی، میں بھی کئی کئی مرتبہ اس عنوان پر کئی اعتبار سے بیان کیا کرتا ہوں، لیکن آج میں آپ سے ایک اور عنوان سے بات کرتا ہوں۔ قرآن نے کہا ہے:

ولذکر اللہ اکبر۔ (العنکبوت: ۴۵) اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کل کائنات، یہ پوری کی پوری دنیا، اس کے پہاڑ، اس کے سمندر، اس کے میدان، اس کے کوہسار، اس کے درخت، اس کے کھیت، اس کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے، ایک میں نہیں کر رہا اور آپ نہیں کر رہے اور جب تک یہ ذکر رہے گا یہ دنیا رہے گی اور جب یہ ذکر نہیں رہے گا یہ دنیا نہیں رہے گی۔

قیامت تک اللہ کا نام لیا جاتا رہے گا

حدیث میں ہے: لاتقوم الساعة، حتی لایقال فی الارض، اللہ اللہ۔

(رواہ انس رضی اللّٰہ عنہ واخرجہ الامام مسلم فی صحیحہ، کتاب الایمان، باب ذھاب الایمان آخر الزمان، رقم الحدیث: ۳۹۲/۹۴ دار الجیل)

جب اللہ اللہ بند ہوجائے گا قیامت آجائے گی، لاتقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللّٰہ اللّٰہ۔ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اللہ اللہ کا ذکر نہ بند ہوجائے، اب میں کہہ رہا ہوں کہ ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے، قرآن نے فرمایا ہے:

ان من شئ الا یسبح بحمدہ ولٰکن لا تفقھون (الاسراء: ۴۴)

ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے لیکن تم ان کی زبان جانتے نہیں ہو، ان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون۔ آپ کو نہیں معلوم، درخت ہوتا ہے، سرسبز شاخیں ہوتی ہیں وہ اللہ کا ذکر کرتی رہتی ہیں اور جب اللہ کا ذکر بند ہوجاتا ہے تو وہ شاخیں سوکھ جاتی ہیں، ان کے پتے ٹوٹ کر نیچے زمین پر گر جاتے ہیں، تو یہ کہنا اپنی جگہ پر بالکل حق، صحیح اور درست ہے کہ کائنات پوری کی پوری اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کی زبانیں ہم نہیں جانتے ان کے ذکر کا ہمیں علم نہیں ہے۔ لیکن قرآن اعلان کر رہا ہے:

وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولٰکن لا تفقھون۔

میری بات کا مقصد

تو اس لیے میں یہ آخری بات آپ حضرات سے اس امید پر کہ شاید کوئی ایک دانہ آپ میں سے ایسا نکل آئے جو سیدھا ہو۔ اہل اللہ کی صحبت کو لازم پکڑو، اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کرو، تمہارا دل ٹھیک ہوجائے گا، تمام احوال صحیح ہوجائیں گے، اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت کرے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ضبط کردہ: محمد صدیق عفا عنہ

مصیبت وراحت کا فلسفہ

خطاب: مصلح الامت حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذباللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل اللّٰہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشھدان لاالٰہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم امابعد فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ،الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ،صدق اللّٰہ العظیم۔

حقیقی محبت کی علامت

حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کا امتحان بھی لیتے ہیں۔ ایک عورت جارہی تھی ایک نوجوان نے اس کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کردیا اس نے کہا میرے پیچھے کیوں آتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں تمہارا عاشق ہوں ،اس نے کہا مجھ سے عشق لگا کے کیا کروگے ،میری چھوٹی بہن ہے وہ مجھ سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے وہ پیچھے آرہی ہے اس کے ساتھ تعلق قائم کرلو،اس نے پیچھے مڑکر دیکھا تو اس نے پیچھے سے زور سے ہاتھ مارا اور کہا کہ ؎

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی　　در بیان دعوی خود صادقی

بر غیر چرا افگندی نظر　　ایں بود دعویٰ عشق اے بے ہنر

کہتے تھے کہ مجھے عشق ہے اگر عشق ہے تو پیچھے مڑکر کیوں دیکھا؟ اگر عشق ہے تو

محبوب کو دیکھو کسی اور طرف نہ دیکھو، تم نے پیچھے مڑ کر کیوں دیکھا معلوم ہوا کہ تم جھوٹے ہو۔ تو جو محبت کا دعویٰ کرے اس کا امتحان بھی لیا جاتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اس لیے ان کا امتحان لیا جاتا ہے اور امتحان کے بعد ترقی ہوتی ہے، امتحان ترقی کے لیے ہوتا ہے۔

انسان کو پیش آنے والی دو حالتیں

انسان کو دو قسم کی حالتیں پیش آتی ہیں، ایک جس کو راحت سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے، حالانکہ نقصان بھی ہوتا ہے۔ اور ایک حالت تکلیف کی ہوتی ہے، سمجھتا ہے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے حالانکہ اس میں فائدے بھی ہوتے ہیں۔ تو دنیا میں جو حالت بھی آئے، اچھی یا بری دونوں میں سے ہر ایک میں فائدے بھی ہیں نقصان بھی ہیں اچھی حالت ہے مال مل گیا، کھانے پینے کا سامان مل گیا، سمجھتا ہے کہ اس میں نقصان کوئی نہیں، حالانکہ نقصان ہے وہ یہ کہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اچھی حالت مل جائے تو اکڑ جاتا ہے اوروں کو گھٹیا سمجھتا ہے حالانکہ دوسرے کو گھٹیا سمجھنے کی اجازت نہیں ہے کسی کو گھٹیا نہ سمجھو، آج نہیں تو کل تم سے آگے نکل سکتا ہے، آئندہ ترقی کر کے تم سے آگے نکل سکتا ہے، پھر مال ملنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے جنت اور دوزخ سے غفلت ہو جاتی ہے اس لیے غفلت کا علاج کرے تکبر کا علاج کرے۔

غفلت اور تکبر کا علاج

دونوں کا علاج اس طرح ہوگا کہ جو نعمت ملی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام اور فضل سمجھے کہ بلا استحقاق مجھے یہ نعمتیں مل گئیں، مجھ سے اچھے اچھے ہیں ان کو اتنی نعمتیں نہیں ملیں جتنی مجھے مل گئیں۔ بہت سے لوگ عقل کے کم ہوتے ہیں، پھر بھی نعمتیں مل جاتی ہیں احمقوں کو بڑے بڑے مال کے ڈھیر مل جاتے ہیں، امیری مل جاتی ہے سمجھدار کو بعض دفعہ نہیں ملتی۔

ایک کم عقل دیہاتی کا واقعہ

ایک دیہاتی اونٹ پر جارہا تھا غلہ بھی لادا ہوا تھا، وزن پورا کرنے کے لیے دوسری طرف پتھر ڈال رکھے تھے، ایک طرف غلہ دوسری طرف پتھر تا کہ وزن برابر رہے، ایک سمجھدار آدمی نے کہا کہ پتھر کیوں ڈال رکھے ہیں؟ کہا کہ تا کہ وزن برابر رہے اس نے کہا کہ وزن یوں بھی تو برابر رہ سکتا ہے کہ آدھا غلہ ایک طرف آدھا غلہ دوسری طرف، کہا کہ ہاں یہ تو بڑی اچھی بات ہے پتھر پھینک دیے غلہ آدھا ایک طرف آدھا دوسری طرف کر دیا، اونٹ ہلکا ہو گیا کیونکہ آدھا وزن کم ہو گیا تھا، جس نے مشورہ دیا تھا وہ پیدل جارہا تھا اس نے کہا کہ تم بھی آجاؤ، اب تو اونٹ ہمارا ہلکا ہو گیا ہے تو وہ آ گیا باتیں شروع ہو گئیں، کہا کہ تم تو بڑے سمجھدار ہو تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے پاس تو ایک اونٹ بھی نہیں، کہا کہ ہاں! اتنے سمجھدار اور اونٹ ایک بھی نہیں، تمہاری سمجھداری تو نحوست ہے، مہربانی کرو میرے اونٹ سے اتر جاؤ کہیں نحوست مجھے بھی نہ لگ جائے، پھر غلہ بھی ایک طرف کر دیا اور دوسری طرف پتھر ڈال دیے تا کہ منحوس کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے سے کہیں مجھ میں بھی نحوست نہ آجائے، میں بھی غریب نہ ہو جاؤں۔ تو بہت سے عقل مندوں کو نعمتیں کم ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں دی ہیں اس پر ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ان کی ناراضگی کی جگہ دوزخ سے دور رہنا چاہیے اور ان کی خوشی کی جگہ جنت حاصل کرنی چاہیے یہ سوچ لے گا تو تکبر بھی دور ہو جائے گا، غفلت بھی دور ہو جائے گی کچھ غریبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی رکھے، ان کا احترام کرے اس سے بھی تکبر دور ہو گا، تکبر اور غفلت دور کرے پھر امیری کا فائدہ ہے۔

مصیبت اور غریبی کے فائدے

ایسے ہی غریبی میں گو کچھ تکلیف ہے ہم صرف تکلیف کو دیکھتے ہیں غریبی کے

فائدے بھی تو ہیں، بیماری کے فائدے بھی تو ہیں ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تکبر دور ہوتا ہے، دس سال کے مجاہدہ سے اتنا تکبر دور نہیں ہوتا جتنا دس دن کی مصیبت سے دور ہوجاتا ہے، دس دن کی مصیبت سے تکبر دور غفلت ختم، یہ کیا تھوڑا فائدہ ہے؟ بیماری اور تنگدستی سے اپنی موت سامنے نظر آتی ہے جس سے غفلت ختم ہوجاتی ہے، اور غفلت سے ہی گناہ ہوتے ہیں، تو گناہ کا چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے یہ فائدہ ہوا تکلیف کی حالت کا، تکلیف سے گناہ معاف ہوتے ہیں گناہ نہ ہوں تو درجات بلند ہوتے ہیں، تکلیف میں امتحان ہوتا ہے اور امتحان سے ترقی ہوتی ہے، لوگ فیس جمع کرا کرا کر امتحان میں شریک ہوتے ہیں تاکہ ترقی ہو، اللہ تعالیٰ بھی امتحان لیتے ہیں جس سے ترقی ہوتی ہے۔

مصیبت کو راحت میں بدلنے کا طریقہ

جس سے محبت ہو اس کے چہرے کی دونوں جانبیں دیکھنے کو جی چاہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو ایک جانب راحت کی دیکھ لی اب دوسری جانب تکلیف کی بھی تو دیکھ لو، دونوں جانبیں دیکھو جس سے محبت ہوتی ہے اس کی تو آدمی دونوں جانبیں دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرو اور ان کی دونوں جانبیں دیکھو، کوئی دوست دس سال کے بعد آئے گلے لگا کر دبائے، اب دبانے سے کچھ تکلیف تو ہوتی ہے لیکن خوشی زیادہ ہوتی ہے، تکلیف میں اللہ تعالیٰ بھی دباتے ہیں، اگر ان سے محبت ہے تو خوشی ہونی چاہیے، جسم پر پھوڑا ہو تو ماں باپ آپریشن کروا دیتے ہیں، ہم اس آپریشن کو برا نہیں سمجھتے کیونکہ یہ ہمارے فائدے کے لیے ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ گناہوں کو دل سے نکلنے کے لیے مصیبت کے ذریعہ سے آپریشن کرتے ہیں، اس آپریشن کو بھی اچھا سمجھو، لیکن یہ جبھی اچھا سمجھو گے جبکہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اور محبت ہونی چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: والذین آمنوا اشد حباً للہ کہ مؤمنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی بہت شدید محبت ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرو۔

اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ سے محبت کیسے پیدا کی جائے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ دس پندرہ منٹ نکال کر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو سوچا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انعام کیا، یہ انعام کیا ہے

مانبودیم وتقاضامانہ بود لطف تو ناگفتہ مارا شنود

نہ ہم تھے نہ ہمارا کوئی تقاضا تھا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے بغیر درخواست کے پیدا کر دیا، عدم سے وجود دے دیا، ہم تو کچھ بھی نہیں تھے ہمیں پیدا کر دیا، چلتا پھرتا، بھاگتا دوڑتا انسان بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات سوچنے سے محبت پیدا ہوگی عمل میں یہ نیت کرو کہ یا اللہ اس عمل سے آپ کی محبت پیدا ہو جائے، اسی نیت سے کچھ ذکر کرو کہ یا اللہ اس ذکر سے آپ کی محبت پیدا ہو جائے۔ محبت والوں کے پاس بیٹھو، خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، اہل محبت کو دیکھ کر تمہارے اندر بھی محبت پیدا ہوگی۔ جن دنوں میں پاس نہ بیٹھ سکو تو بزرگوں کے حالات کی کتابیں پڑھو ''نزھۃ البساتین'' بزرگوں کے حالات کی کتاب ہے اس کو پڑھو اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی، اور دعا کرو خاص طور پر فرضوں کے بعد کہ یا اللہ اپنی محبت عطا فرما دیجیے، ان سب تدبیروں سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی، جب محبت پیدا ہو جائے گی تو پھر بڑی سے بڑی مصیبت بھی آسان معلوم ہوگی، جیسے دوست نے گلے لگا کر دبا لیا جیسے دوست کی ایک جانب دیکھی اب دوسری بھی دیکھ لی، لیکن یہ جبھی ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں رچ چکی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں رچنی چاہیے: والذین آمنوا اشد حباً للہ مؤمنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے شدید محبت پیدا کرو پھر دیکھو گے کہ مصیبتوں میں راحت معلوم ہوگی۔ اچھی حالت ہو تو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھے تاکہ نہ تکبر پیدا ہو نہ غفلت پیدا ہو، تکلیف آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا دبانا سمجھو تاکہ اس میں بھی لذت آئے، تو پھر ہمیشہ راحت ہی راحت ملے گی، خوشی ہی خوشی ملے گی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری زید مجدہم

مدارس کے قابل احترام اساتذہ اور طلبہ کی خدمت میں

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی:

دینی مدارس میں نئے تعلیمی سال کا آغاز شوال المکرم سے ہوتا ہے۔ تعلیم وتربیت کا یہ سلسلہ رمضان المبارک کے قریب تک جاری رہتا ہے۔ دینی مدارس کو عصری علوم کی درسگاہوں سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ علم وعمل کی یکسانیت، اہل اسلام کے ایمان کی حفاظت اور علوم نبوت کے تحفظ کی ذمہ داری ہے، مدارس کے طلبہ اپنے اساتذہ سے صرف فکری ونظری علوم ہی حاصل نہیں کرتے بلکہ اُن سے توکل وزہد، قناعت وایثار، مسکنت وتواضع، اخوت وخیرخواہی، صدق واخلاص اور علم پر عمل کی ہمت وتوفیق بھی سیکھتے ہیں، مدارس میں استاذ اور شاگرد کا تعلق محض قانونی اور تجارتی نہیں ہوتا کہ اس میں احترام، محبت، شفقت، دردمندی اور خیرخواہی کے جذبات نہ ہوں۔

بزرگ اساتذہ طلبہ کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتے ہیں اور اُن کی تعلیم وتربیت کے لیے قانونی طور پر صرف چھ (6) گھنٹے کی ڈیوٹی دے کر بری الذمہ نہیں ہوجاتے بلکہ تعلیمی سال کے آخری تین مہینوں میں بعض اوقات دس دس (10) گھنٹے پڑھاتے ہیں تاکہ مقررہ نصاب کی تکمیل ہوسکے۔

صدق واخلاص کا یہ سرمایہ مدارس کی اصل دولت اور زادِ سفر ہے جس کی وجہ سے حالات کی تلخ کاہوں میں حلاوت اور کلفتوں میں راحت کا احساس رہتا ہے۔ دینی مدارس کے لیے دنیوی آسائشوں کے لحاظ سے حالات کبھی بھی سازگار اور مساعد نہیں رہے، تاہم یہ دور اہلِ مدارس کے لیے زیادہ صبر آزما رہا کہ معاشی ناہمواریوں کے علاوہ انہیں طعن وتشنیع اور مخالفانہ تضحیک کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ تاہم مدارس بحمداللہ مخالفت کے

ان متلاطم تھپیڑوں کے باوجود نہ صرف قائم ودائم ہیں بلکہ رُو بہ ترقی ہیں۔ مقامِ شکر ہے کہ ابھی تک مدارس میں خود احتسابی اور اصلاحِ نفس کی روایت قائم ہے۔ اربابِ مدارس، اپنی، اپنے اساتذہ اور طلبہ کی تہذیب واصلاح اور دینی ترقی کے لیے فکر مند رہتے ہیں۔

نئے تعلیمی سال کے آغاز پر مُلک کی معروف دینی درسگاہ جامعہ خیر المداس کے مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم نے دردمندی واخلاص کے ساتھ اپنے مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ کو چند اہم امور کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ ان سطور کے ناچیز راقم کی رائے میں یہ امور کسی ایک مدرسہ کے طلبہ واساتذہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ کو ان کے مطالعہ کے بعد اپنا جائزہ لینا چاہیے اور کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کی تلافی کرنی چاہیے۔

حضرات اساتذہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا ہے کہ اساتذہ کرام کے ظاہر وباطن کے اثرات طلبہ پر بہت گہرے پڑتے ہیں اس لیے ہمیں اپنی ظاہری اِصلاح کے ساتھ اصلاحِ باطن کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہیے۔ خود احتسابی کے علاوہ کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے اپنا اِصلاحی تعلق قائم کر کے اُن کی تعلیم کے مطابق معمولات کی پابندی کی جانی چاہیے۔

جن اساتذہ کا فی الحال کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق نہیں انہیں درج ذیل معمولات کی پابندی فرمانی چاہیے''۔

(۱) روزانہ ایک پارہ تلاوت قرآن کریم کا معمول بنائیں تاکہ ایک ماہ میں کم از کم قرآن ختم ہوجائے۔

(۲) ''الحزب الاعظم'' یا ''مناجاتِ مقبول'' کی ایک منزل روزانہ پڑھی جائے۔

(۳) تہجد، اشراق، چاشت اور اوّابین کے نوافل میں جو بسہولت ہوسکیں، معمول بنائیں۔ تاہم تہجد کی پابندی کا زیادہ اہتمام فرمائیں۔

(۴) ایک ایک تسبیح روزانہ استغفار، درود شریف اور تیسرا کلمہ کا معمول بنائیں۔

(۵) تصوف وسلوک کی کوئی نہ کوئی کتاب زیرِ مطالعہ رکھیں۔ بہتر ہوگا کہ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی کوئی تالیف یا مواعظ زیرِ مطالعہ رہیں۔

(۶) اکابر کے ذوق وفکر کو جذب کرنے کے لیے اُن کی تالیف بالخصوص حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''آپ بیتی'' کا مطالعہ فرمائیں۔

(۷) سنت کے مطابق جمعۃ المبارک کو قبرستان جانے اور مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

(۸) اپنے تعلیمی وانتظامی فرائض دیانت وامانت، حکمت وہمت اور خلوصِ نیت کے ساتھ انجام دیں، دینی مدارس کو سکولوں اور کالجوں پر قیاس کرنا غلط ہے جہاں تعلیم وتدریس تجارت بن چکی ہے، علمائ، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں ان میں پیغمبروں جیسی محبت وشفقت، صبر واستقامت اور اخلاص ودیانت ہونی چاہیے۔ جلوت میں پوری محنت اور تیاری کے ساتھ فرائض انجام دیں اور خلوت میں اُن طلبہ کے لیے دست بدعا رہیں کہ حق تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ نافع اور ذخیرۂ آخرت وصدقۂ جاریہ بنائیں۔ تضیعِ وقت کو حرام سمجھیں اور ہر وقت طلبہ کی علمی وعملی ترقی کے لیے کوشاں رہیں۔

(۹) مدارسِ دینیہ اور اُن کے طلبہ سے ہماری معاش ہی نہیں معاد بھی وابستہ ہے۔ اس لیے نہایت حکمت ودردمندی کے ساتھ ان کی تعلیم وتربیت کی ہمہ وقت فکر رہنی چاہیے۔ طلبہ کی اصلاح وتربیت کے لیے چند معروضات پر غور وفکر کی درخواست ہے۔

(۱۰) پوری کوشش کی جائے کہ طلبہ کو فن یا علم سے مناسبت پیدا ہو جائے۔ درجہ رابعہ تک اسباق بالالتزام سُنے جائیں۔ فوقانی درجات میں بھی وقتاً فوقتاً چیدہ چیدہ طلبہ سے سُنا جائے تاکہ طلبہ مُستعد رہیں اور انہیں کتاب سے شغف اور مناسبت حاصل ہو۔

(۱۱) دورانِ تعلیم طلبہ کے لیے مُلکی تحریکات میں ذہناً یا عملاً شریک ہونا نہایت مضر ہے۔ حضرات اساتذہ کرام ذہن سازی فرماتے ہوئے انہیں تحریکات سے الگ رہنے کی تلقین فرمائیں۔

(۱۲) فکرِ آخرت تمام حسنات کی اصل اور تمام منکرات کے لیے قاطع ہے سبق کی مناسبت سے قبر وحشر اور آخرت کے مواعد ومواعید کا ذکر کرتے ہوئے رہنا چاہیے اس سے اِن شاء اللہ اخلاقی رذائل رفتہ رفتہ زائل ہو جائیں گے۔

(۱۳) طلبہ کو نماز باجماعت کی پابندی، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، پہلی صفوں میں بیٹھنے اور تسبیحاتِ فاطمی کے اجر وثواب سے آگاہ کیا جائے اور نگرانی فرمائی جائے کہ اساتذہ کی تلقینات پر کس حد تک عمل ہو رہا ہے؟

(۱۴) ہمارے اکثر طلبہ آدابِ معاشرت کو ملحوظ نہیں رکھتے، سنجیدگی، وقار، شائستہ گفتگو، ہنسی مذاق بالخصوص فحش مزاح سے احتراز ضروری ہے۔ درسگاہ میں طلبہ سے نعتیں یا نظمیں سننے سے بھی پرہیز فرمایا جائے۔

(۱۵) طالب علم اور استاذ کے درمیان ادب واحترام کا رشتہ قائم رہنا چاہیے۔ کسی طالب علم کا استاذ صاحب کی نرمی اور چشم پوشی کی بناء پر بے تکلف ہو جانا مناسب نہیں۔

(۱۶) ادارہ کے تمام قوانین بالخصوص اوقات کی پابندی، طلبہ اور اساتذہ سب کے لیے لازم ہے۔ تکرار ومطالعہ کے اوقات اور ایامِ امتحان میں دیگر قوانین کے

ساتھ وقت کی پابندی کا خصوصی لحاظ فرمایا جائے۔

(۱۷) دینی مدارس محض ضابطوں سے نہیں چلتے ان کے لیے رابطہ بھی ضروری ہے۔ رابطہ میں ادارہ کے لیے دُعا کا اہتمام ممکن حد تک خیر خواہی، اس کے لیے بیت المال کو مستحکم کرنے کی کوشش اور ادارہ کے بڑوں کے ساتھ شکر گزاری کا معاملہ داخل ہے۔

(۱۸) ادارہ کے تمام اساتذہ وطلبہ کے لیے لازم ہے کہ وہ علمائے حق سے وابستہ تمام افراد اور جماعتوں کا احترام کریں، اخلاقِ فاضلہ اور وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کریں البتہ تعلیم وتعلم کے دوران جماعتی وابستگی سے احتراز کریں۔

(۱۹) اساتذہ کا باہمی سلوک ومحبت اور اخلاق، طلبہ کے لیے نمونہ ہو۔

درجہ تحفیظ کے اساتذہ کرام کے لیے درج ذیل اضافی امور بھی قابل توجہ ہیں

(۲۰) حتی الامکان اہتمام فرمائیں کہ طلبہ کا سبق، سبقی پارہ اور منزل خود سنیں ورنہ کم از کم سبق اور سبقی پارہ کا اہتمام تو ضرور فرمائیں۔

(۲۱) بچوں کو جسمانی سزا دینے سے احتراز فرمائیں نیز طلبہ سے گفتگو میں شائستگی اور متانت ملحوظ رکھیں۔

(۲۲) یہ بچے اور اُن کا وقت آپ کے پاس امانت ہے، کوشش فرمائی جائے کہ کسی بچے کا ایک دن بھی زائد از ضرورت صرف نہ ہو۔

(۲۳) تحفیظ کے طلبہ کو درسِ نظامی کی تکمیل کی طرف متوجہ کیا جائے بہتر یہ ہے کہ وہ اسی ادارے میں درسِ نظامی کی تکمیل کریں۔

امید ہے کہ تمام مدارس کے اساتذہ وطلبہ اِن قیمتی نصائح سے مستفید ہوں گے۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

مرزائیت عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے

تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے لئے پیغام

ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ ۳/ اکتوبر ۲۰۱۳ء جمعرات کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کی طرف سے عیدگاہ سرگودھا میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی جارہی ہے ، ذیل کا ''پیغام'' مدیر مجلہ الحقانیہ نے اسی کانفرنس کے لئے تحریر کیا ہے جسے افادۂ عام کے لیے ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد اللّٰہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصًا علٰی سید الرسل و خاتم الانبیاء وعلٰی اٰلہ المجتبٰی واصحابہ المرتضٰی امابعد:

صدر ذی وقار، معزز علماء کرام، قابل صد احترام سامعین حضرات:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے احقر صمیم قلب سے اس عظیم کانفرنس کے انعقاد پر جمیع منتظمین حضرات، خاص طور پر مخدوم ومکرم حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہم اور ان کے متعلقین کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی خدمات جلیلہ ومساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں اور اپنے شایان شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔ اگرچہ اس وقت کسی طویل بیان کا موقع نہیں ہے لیکن سردست مختصراً چند گزارشات مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے طور پر عرض خدمت ہیں امید ہے کہ آپ حضرات توجہ سے سماعت فرما کر احقر کو شکریہ کا موقع عطا فرمائیں گے۔

یہ ایک واضح حقیقت اور روشن صداقت ہے کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کے ان بنیادی، قطعی اور ضروری عقائد میں سے ہے جن کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلاسکتا

مسلمان ہونے کے لئے اگر چہ اسلام کے تمام قطعی الدلالۃ والثبوت عقائد اور احکام کا ماننا ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے لیکن دین اسلام کے وہ اہم ضروری عقائد جو دین کے قطعی عقائد میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ ضروری و بدیہی عقائد کہلاتے ہیں اور ان کا انکار اگر تاویل کے ساتھ بھی کیا جائے تب بھی منکر کفر سے نہیں بچ سکتا ختم نبوت کا عقیدہ بھی ان اہم اور ضروری عقائد میں شامل ہے۔

قرآن کریم کے صریح نصوص اور احادیث مشہورہ متواترہ نیز امت کے اجماع اور اتفاق سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ حق تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ماکان محمد ابا احدمن رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین (پ ۲۲/آیت ۴۰)اور حدیث پاک انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۶۵، مکتبہ میزان) وغیرہ نصوص اس حقیقت ثابتہ پر شاہد ہیں۔ اسی لئے فقہاء کرام نے تصریح کی ہے اگر کسی شخص کو یہ معلوم نہیں کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

چنانچہ صاحب البحر علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالیٰ ''الاشباہ والنظائر'' میں تحریر فرماتے ہیں :اذالم یعرف ان محمداصلی اللّٰہ علیہ وسلم آخرالانبیاءفلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین۔وقال العلامۃ الحموی رحمہ اللّٰہ تعالی فی شرحہ یعنی والجھل بالضروریات فی باب المکفرات لایکون عذرا بخلاف غیرھافانہ یکون عذرا علی المفتی بہ کماتقدم واللّٰہ اعلم (شرح الاشباہ ج ۲ ص ۹۱، وفتاویٰ ھندیہ ج ۲ ص ۲۶۳)

پوری امت مسلمہ کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آسکتا نہ تشریعی، نہ غیر تشریعی، نہ بروزی، نہ ظلی، جو شخص آپ ﷺ کے بعد کسی طرح کے نئے نبی آنے کا قائل ہو یا ایسے مدعی نبوت کو مسلمان سمجھتا ہو وہ یقیناً دائرہ

اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے: وکونہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطقت بہ الکتاب وصدعت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصر۔ انتھی (ج ۷ ص ۶۵۵)

سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب فقہ اکبر کی شرح میں بھی تصریح ہے: ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔

قیامت کے قریب آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ مسلمانوں کے ہاں متفقہ اور متواتر عقیدہ ہے لیکن ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے اس سے عقیدہ ختم نبوۃ پر کسی قسم کی زد نہیں پڑتی کیوں کہ آپ ﷺ کے ارشاد گرامی لا نبی بعدی کا مطلب لا ینبأ بعدی ہے یعنی میرے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ ﷺ کے بعد نبوت نہیں عطا کی گئی بلکہ حضرت عیسی علیہ السلام آپ سے پہلے کے نبی ہیں اور وہ آسمان سے نئے نبی ہونے کی حیثیت سے ہرگز نزول نہیں فرمائیں گے بلکہ نزول کے بعد وہ حضور اکرم ﷺ کے دین کا اتباع فرمائیں گے۔ اس لئے ان کا نزول ہرگز ہرگز عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ افضل المفسرین حضرت علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: "ولا یقدح فی ذالک ما اجتمعت علیہ الامۃ واشتھرت فیہ الاخبار ولعلھا بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق بہ الکتاب علیٰ قول ووجب الایمان بہ واکفر منکرہ کالفلاسفۃ من نزول عیسی علیہ السلام فی آخر الزمان لانہ کان نبیا قبل تحلی بنبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم النبوۃ فی ھذہ النشأۃ" (روح المعانی ج ۷)

اسی طرح علامہ زرقانی بھی شرح الموھب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وروی احمد والترمذی والحاکم باسناد صحیح عن انس مرفوعا ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ولا یقدح نزول عیسیٰ علیہ

السلام بعده لانه یکون علیٰ دینه مع ان المرادانه اٰخر من نبیٔ۔اھ"(ج۵ص۲۶۷)
بہرحال پوری امت مسلمہ کااس پراجماع ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کا دعوی نبوت کفر وارتداد ہے،جس شخص نے بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت کادعویٰ کیاامت مسلمہ نے متفقہ طور پراسے کافراورمرتدقراردیاامت مسلمہ کے کسی ایک فرد بشر نے بھی اس سے کبھی بھی اختلاف نہیں کیا۔

متنبی پنجاب وقادیان غلام احمد قادیانی کو اسی لئے پوری امت مسلمہ نے مرتدقراردیا کہ اس نے ۱۹۰۱ء میں ''ایک غلطی کاازالہ'' نامی رسالہ لکھ کر اس میں جھوٹی نبوت کا دعوی کیا،مرزائی چاہے وہ قادیانی ہوں یا لاہوری چونکہ وہ غلام احمد قادیانی کے پیروکاراوراسے مسلمان سمجھتے ہیں اس لئے سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اہل اسلام کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ قادیانی مرزائیوں کے کافر،ملحد،زندیق اورمرتد ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں جن کی تفصیل مختلف کتب ورسائل میں موجود ہے (جوحضرات تفصیل دیکھنا چاہیں وہ ان رسائل وکتب کا مطالعہ کریں)ان میں سے تین بڑی وجوہات یہ ہیں:

(۱)مرزاکوباوجودایسے صاف دعوی نبوت کے جس میں کسی قسم کی تاویل کی ہرگز گنجائش نہیں مسلمان بلکہ مہدی ومسیح سمجھنا۔

(۲)ختم نبوت کے مسئلہ میں جوکہ ضروریات دین میں سے ہے تاویل فاسدکرنا اوراس کے اجماعی مفہوم کو بدلنا۔

(۳)مرزاکوباوجودکھلی ہوئی توہین انبیاءعلیہم السلام کے مسلمان سمجھنا یہ تینوں وجوہ ان کے کفر کے لئے کافی ہیں۔(جواھرالفقہ،مؤلفہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ ج۱ص۵۰)

یہ مغالطہ انتہائی غلط ہے کہ قادیانی اہل قبلہ ہیں اوراہل قبلہ کوکافرنہیں کہا جاسکتا اس

لئے کہ اہل قبلہ صرف ان کو نہیں کہا جاتا جو کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرتے ہوں بلکہ اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو دین اسلام کے تمام قطعی اور ضروری عقائد کو مانتے ہوں۔ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ اہل قبلہ نہیں ہے چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''شرح فقہ اکبر'' اور علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے ''شرح المقاصد'' اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردالمحتار'' میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ شرح عقائد کے شارح صاحب نبراس علامہ عبدالعزیز پرھاروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اھل القبلۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین الیٰ قولہ فمن انکر شیئامن ضروریات الدین الیٰ قولہ لم یکن من اھل القبلۃ (نبراس شرح شرح العقائد) پس اگر اسلام کے کسی ایک قطعی اور ضروری عقیدہ کا انکار کرنے والا اہل قبلہ نہیں کہلاسکتا تو عقیدہ ختم نبوت جو تمام قطعی عقائد میں اہم قطعی عقیدہ ہے اس کے انکار سے مرزائی کیسے اہل قبلہ اور مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

اسی طرح بعض حضرات کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ایک عقیدہ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ایمان موجبہ کلیہ ہے (یعنی دین کے تمام احکام وعقائد کے ماننے کا نام ایمان ہے) اور اس کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے (یعنی کسی بھی ایک قطعی عقیدہ کا انکار ایمان کے منافی ہے) جس سے واضح ہے کہ کسی ایک قطعی عقیدے کا انکار بھی موجب کفر ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ختم نبوت کے انکار سے کوئی شخص بھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ آیت قرآنی فلاوربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوافی انفسھم حرجامماقضیت ویسلمواتسلیماالآیۃ (النساء ۶۵) کی تفسیر حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے یوں منقول ہے: ''اگر کوئی قوم اللہ کی عبادت کرے، نماز، روزہ، حج اور زکاۃ سب ادا کرے مگر کسی کام کے متعلق جو حضور اکرم ﷺ نے کیا ہو

یہ کہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا اس کے خلاف کیوں نہ کیا؟ یا آپ ﷺ کے کسی حکم سے قلب میں تنگی اور انقباض محسوس کیا تو یہ لوگ باوجود نماز اور روزہ کے کافر اور مشرک کے حکم میں ہیں'' (روح المعانی ص ۱۷ ج ۵) اس سے معلوم ہوا کہ تمام احکام اسلام کو دل وجان سے تسلیم کرنا ضروری ہے کسی ایک کا بھی انکار کرنے سے اسلام باقی نہیں رہتا اس لیے اسلام کے تمام قطعی عقائد کے ساتھ ختم نبوت کے عقیدہ پر ایمان رکھنا بھی بلا شبہ مسلمان ہونے کے لئے ضروری اور یہ لولاہ لامتنع کے درجہ میں ہے۔

پھر یہ گزارش بھی سمجھ لیجئے کہ غلام احمد قادیانی نہ صرف مرتد تھا بلکہ قرآن وحدیث کے متفقہ مفہوم اور ختم نبوت کے معنی کو بدلنے کی وجہ سے ملحد اور زندیق بھی تھا، اس کے ماننے والے بھی صرف کافر یا مرتد ہی نہیں بلکہ ملحد اور زندیق بھی ہیں۔

ضروریات دین میں کوئی ایسی تاویل کرنا جس سے ان کے معروف معانی کے خلاف معنیٰ پیدا ہوجائیں اور غرض معروف بدل جائے اسے قرآن کریم کی اصطلاح میں الحاد کہتے ہیں۔قال تعالی ان الذین یلحدون فی آیتنالا یخفون علینا (حم السجدۃ ۲۴) حدیث پاک میں اس قسم کے ارتداد کا نام ''زندقہ'' رکھا گیا ہے کما نقل صاحب البحار عن علی رضی اللہ عنہ (مجمع البحار ص ۶۹۵ بحوالہ جواہر الفقہ ج ۱)

قادیانیوں کو اگرچہ مملکت خداداد میں ۱۹۷۴ء سے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جاچکا ہے اور ۱۹۸۵ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی رو سے ان کیلئے تبلیغ پر بھی پابندی ہے لیکن اس کے باوجود قادیانی خفیہ طریقہ سے سب کچھ کررہے ہیں اور سادہ لوح مسلمان ان کے دام تزویر میں اپنے لالچ کی بنا پر پھنس جاتے ہیں۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کی اتنی قربانیوں اور اتنے عرصہ کی جدوجہد کے باوجود بھی اگر دیکھا جائے تو یہ مسئلہ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے پورے طور پر حل نہیں ہوا، ہمارے خیال میں مکمل طور پر یہ مسئلہ اسی صورت میں

حل ہوسکتا ہے کہ حکومت اسلامیہ مرتد کی اصل سزا قتل کا نفاذ کرے جیسا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اس کی سفارش کردی ہے۔ بہرحال شرعی نقطہ نگاہ سے مرزائی زندیق ،ملحد اور مرتد ہیں اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے کماقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من بدّل دینہ فاقتلوہ (الحدیث) (ارتداد کی شرعی سزا قتل کے متعلق تفصیلات حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کے رسالہ ''الشہاب'' اور حضرت اقدس والد گرامی فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ کے رسالہ ''مرتد کی شرعی سزا'' میں قابل ملاحظہ ہیں)۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی للہ تعالٰی عنہ نے سب سے پہلے مرتد کی سزا قتل کو جاری فرما کر قرآنی حکم اور حدیث پیغمبر من ارتد فاقتلوہ پر عمل کیا اور تمام صحابہ کرام رضی للہ عنہم اجمعین نے اسے تسلیم فرمایا، تمام فقہاء کرام اور علماء عظام کا اس پر اتفاق ہے لیکن اس سزا کا نفاذ چونکہ حکومت اسلامیہ کے ذمہ ہے اس لئے جب تک حکومت کی طرف سے اس سزا کا نفاذ نہ ہو مسلمان اپنے طور پر قادیانی فرقہ سے الگ رہیں ان سے مکمل بائیکاٹ رکھیں اور ان کی خلاف اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور اس سلسلہ میں قانونی چارہ جوئی میں ہرگز سستی نہ فرمائیں۔

ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ جب تک حکومت اسلامیہ اس سزا کو نافذ نہیں کرتی یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت پیپلز پارٹی کی حکومت نے قرار دیا تھا جو اس کا بڑا کارنامہ تھا، اگر قتل کی سزا پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ کے دور میں نافذ ہوجائے تو یقیناً اس کا بھی یہ بڑا تاریخی کارنامہ شمار کیا جائے گا، اور پوری امت مسلمہ ہمیشہ کے لیے اس کی مشکور ہوگی، واللّٰہ الموفّق والمعین ولا حول ولا قوّۃ الاّ باللّٰہ العلیّ العظیم۔

ہمارا جہاں حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ مرتد کی اصلی سزا قتل کا نفاذ کرے وہیں تمام اسلامی جماعتوں اور تمام اسلامی مکاتب فکر اور ان کے مقتدر علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ خدا

کیلئے ہرگز ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ فتنہ ختم ہو چکا ہے یا یہ کہ یہ غیر اہم ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے کیونکہ قادیانی اسلام، مسلمان اور ملک سب کے غدار ہیں اور للہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی ﷺ کے دشمن ہیں۔ اور درحقیقت یہ یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ اور حکومت برطانیہ کے خود کاشتہ پودا اور اسلام و مسلمان کیلئے بڑا ناسور ہیں۔ اس لئے حسب سابق اپنی کاوشوں کو اس کے خاتمہ تک جاری رکھیں، عوام کو ان سے الگ رکھنے کے لیے پوری کوشش فرمائیں، تحریری، تقریری جہاد مسلسل جاری رکھیں، وقتاً فوقتاً ضلعی، صوبائی اور تحصیل کی سطح پر وقیع علمی کنونشن کا اہتمام فرمانے کے ساتھ قریہ قریہ، بستی بستی اس فتنہ کے انسداد کے لیے اپنی جدوجہد بھی جاری رکھیں، فتنۂ قادیانیت اور اس کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے عوام وخواص کو آگاہ فرمائیں اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کے لیے مؤثر سدباب کی کوشش کریں اور اس سلسلہ میں اپنے اکابر اور علماء کرام کی خدمات سے بھی اپنے احباب کو متعارف کرائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے جو عظیم انسائیکلو پیڈیا تیار کیا ہے احقر کے خیال میں ہر اہل علم کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ امید ہے کہ یہ کانفرنس بھی قادیانی فتنہ سے آگاہی اور اس کی سرکوبی کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنے کیلئے اہم کردار ادا کرے گی، احقر کے خیال میں آئندہ بھی ضروری ہے کہ اس طرح کے پروگرام کے انعقاد کے ساتھ ضلع سرگودھا میں مستقلاً اس موضوع پر درس وتدریس ''تخصص فی ردالقادیانیۃ'' اور کتب ورسائل کی اشاعت کا اہتمام جاری رکھا جائے۔ واللہ الموفق والمعین۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تمام ظاہری و باطنی فتن اور اس فتنۂ قادیانیت سے محفوظ رکھے اور ان کو صحیح معنی میں تمام اسلامی عقائد بطور خاص عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے ہر طرح سے خدمت بجالانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔ فقط

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

مسائل قربانی

قربانی کی عظمت وفضیلت

قربانی ایک اہم اور بڑی بابرکت عبادت ہے اورشعائراسلام میں سے ہے احادیث کے اندراس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال تک قیام فرمایااور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال برابر قربانی کرتے رہے اور مسلمانوں کو بھی اس کی تاکید فرمائی۔

جوشخص واجب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے حدیث میں اس کیلئے سخت وعید فرمائی گئی ہے اسی لئے جمہور علماء کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہیں ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ذبح کرتے وقت جوقطرہ زمین پر گرتا ہے اس کے گرنے سے پہلے ہی اللہ کے پاس مقبول ہوجاتا ہے،توخوب خوشی سے اوردل کھول کر قربانی کرو۔

قربانی کس پرواجب ہے؟

قربانی ہراس شخص پرواجب ہے جس پرزکوٰۃ فرض ہویعنی جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یااس کی قیمت ہو یااتنی قیمت کامال تجارت ہو یااس پرزکوٰۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائداتنی قیمت کامال واسباب ہے جتنی قیمت پرزکوٰۃ واجب ہے تواس پربھی قربانی اورصدقہ واجب ہوجاتے ہیں اورقربانی کے اس مذکورہ نصاب

پرسال کا گذرنا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے دنوں میں جس وقت بھی کسی مسلمان مرد وعورت، عاقل بالغ مقیم کے پاس قربانی کا نصاب ملک میں آجائے گا تو اس پر قربانی واجب ہوجائے گی۔ جتنے مال پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اتنے مال ہونے پر بقرہ عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو تو اس پر قربانی کرنا تو واجب نہیں لیکن اگر پھر بھی کردے تو بہت ثواب ہے۔

قربانی کا وقت

بقرہ عید کی دسویں سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج غروب ہونے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے ان دنوں میں جس وقت چاہے قربانی کردے مگر رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں ہے، شہر میں اگر کسی نے بقرہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کردی تو اس کو دوبارہ کرنا ضروری ہے۔ ایسے دیہات میں جہاں شرعاً جمعہ اور عید پڑھنی درست نہ ہو اگر دسویں کی صبح صادق کے بعد بھی قربانی کردی گئی تو صحیح اور درست ہے۔ جس شہر میں عید کی نماز کئی جگہ پڑھی جاتی ہو وہاں قربانی کے صحیح ہونے کیلئے صرف ایک جگہ نماز کا ادا ہوجانا کافی ہے۔

قربانی کے جانور

بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹنی، اونٹ، صرف انہی جانوروں کی قربانی جائز ہے۔ مرغی یا مرغا قربانی کی نیت سے ذبح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں

بکرا، بکری سال بھر سے کم اور گائے، بیل، بھینس، بھینسا دوسال سے کم اور اونٹ، اونٹنی پانچ سال سے کم عمر کا جائز نہیں۔ اور بھیڑ، دُنبہ چکتی دار ہو یا بے چکتی ہو اگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو چھ مہینے کا بھی جائز ہے، اور اگر ایسا فربہ نہ ہو تو پھر سال بھر سے کم کا جائز نہیں۔

قربانی کے عیب

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا بعد میں ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے ہاں اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ جس جانور کے دونوں کان تھوڑے کٹے ہوئے ہوں یا کان میں کئی سوراخ ہوں جو جمع کرنے سے تہائی سے زیادہ ہوجاتے ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ اس جانور کی قربانی نہ کرے، اسی طرح کان یا دم تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو تو قربانی ناجائز ہے۔ جو جانور اندھا ہو یا اس کی ایک آنکھ کی بینائی تہائی سے زیادہ جاتی رہی تو اس کی قربانی جائز نہیں، جس جانور کی ناک کٹی ہو اس کی قربانی جائز نہیں، جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے[1] اور اگر اس قدر باقی ہیں کہ گھاس وغیرہ چر سکتا ہے تو جائز ہے، جس جانور کی زبان تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ جس جانور کے تھن بالکل کٹے ہوئے ہوں یا ایک تھن تہائی سے زیادہ کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز نہیں یہ حکم بھیڑ اور بکری کا ہے، گائے، بھینس اونٹنی کے ایک تھن ختم ہوجانے کی وجہ سے قربانی درست ہے البتہ دو تھن ختم ہو گئے تو قربانی درست نہ ہوگی (عالمگیری)

قربانی کا گوشت اور کھال

قربانی کے گوشت کا خود کھانا اور رشتہ داروں، مالداروں اور فقیر محتاجوں میں تقسیم کرنا سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تہائی گوشت سے کم خیرات نہ کرے لیکن اگر کسی نے تہائی سے کم خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ قربانی کا گوشت بیچنا مکروہ ہے، اسی طرح قربانی کے سری پائے اور اس کی چربی کا بیچنا حلال نہیں، اگر کسی نے ان چیزوں کو بیچ دیا ہو تو

---

(۱) بالکل دانت نہ ہونے کی صورت میں بھی اگر جانور چارہ چر سکتا ہے، تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (ماخذ: تبویب فتاویٰ جامعہ حقانیہ)

ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے ۔قربانی کی کھال بعینہٖ ڈول مصلیٰ وغیرہ بنا کر خود استعمال کرنا بھی جائز ہے اور کسی امیر کو دے دینا بھی جائز ہے ،اور قربانی کی کھال سے جائے نماز، مشک، چھلنی وغیرہ بنانا بھی درست ہے البتہ اگر اس کو پیسوں کے ساتھ فروخت کر دیا تو اب اس کی قیمت کو خود استعمال نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی امیر کو دے سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دیا جائے اور اس صدقے کے مستحق لوگ وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

قربانی کی قضا

اگر کسی شخص نے گذشتہ سالوں کی واجب قربانی ادا نہ کی ہو اس کو ہر سال کی قربانی کے عوض میں قربانی کی قیمت کا صدقہ میں دینا واجب ہے، ایام قربانی کے بعد قربانی نہیں کر سکتا۔

قربانی کے چند متفرق اور اہم مسائل

(1) قربانی کے دنوں میں جانور کے ذبح کرنے سے ہی قربانی ادا ہوتی ہے جانور کے زندہ صدقہ کرنے یا اس کی قیمت خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ (2) مسافر شرعی جو 77 کلومیٹر کی مسافت کے ارادہ سے سفر شروع کر چکا ہو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (3) قربانی جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے اگر کسی عورت کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو عورت پر بھی قربانی واجب ہے۔ (4) خصی جانور کی قربانی درست بلکہ افضل ہے۔ (5) مستحب یہ ہے کہ قربانی کے جانور میں جائز عیبوں میں سے بھی کوئی عیب نہ ہو۔ (6) مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر خود ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو حکم کرے اور خود ذبح کے وقت حاضر رہے اگر وہاں کوئی غیر محرم نہ ہو تو عورت کو بھی اپنی قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے۔ (7) مرتد، زندیق اور قادیانی کا ذبیحہ حرام ہے ان سے ذبح نہ کرائیں

نہ قربانی کے موقع پر اور نہ ہی کسی اور وقت۔ (8) اہل تشیع جن کے عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہوں ان کا ذبیحہ حرام ہے ایسے لوگوں کو قربانی میں شامل نہ کیا جائے ورنہ کسی کی قربانی بھی درست نہ ہوگی۔ (9) مدارس اسلامیہ کے طلبہ چرم قربانی اور فروخت کر دینے کی صورت میں اس کی قیمت کیلئے بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور علم دین کا احیاء بھی مگر کسی خدمت اور معاوضہ میں اس کا دینا جائز نہیں۔ (10) چرم قربانی اور اس کی قیمت سے مساجد اور رفاہ عامہ، مسافر خانہ، ہسپتال، سڑک وغیرہ پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ (11) جو جانور کسی کو حصہ میں پرورش کیلئے دیا گیا ہو تو یہ جانور اس پرورش کرنے والے کی ملک نہیں ہے اس لئے اس کو پرورش کرنے والے سے نہ خریدا جائے بلکہ اصلی مالک سے خریدا جائے۔ (12) ذبح کرنے والے کو ذبح کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک بغیر عذر کے مکروہ ہے۔ (13) قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں البتہ ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ضروری ہے۔ (14) بہتر یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رخ لٹا کر پہلے یہ دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَااَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ۔

پھر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَاتَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ (15) چرم قربانی کی قیمت کو مسجد کی مرمت پر لگانا یا مزدوری میں دینا جائز نہیں بلکہ خیرات کرنا ضروری ہے۔ (16) قربانی کی کھال فروخت کرنے کے

بعداس کی قیمت کا زکوٰۃ کے مستحق افراد کو دینا واجب ہے لہٰذا اپنی بیوی، ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی وغیرہ جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ان کو یہ رقم دینا جائز نہیں ہے اسی طرح بیوی بھی اپنے خاوند کو چرم قربانی کی قیمت نہیں دے سکتی۔ (17) جو مسلمان مرد وعورت اتنے مال کا مالک ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے جب تک اتنا مال اس کی ملکیت میں رہے گا اس پر ہر سال قربانی واجب ہوگی صرف ایک سال قربانی کر دینا کافی نہیں ہے۔ (18) اگر کئی بھائی مشترک کاروبار کرتے ہوں اور ان کا کھانا پینا اور اخراجات بھی مشترک ہوں تو جو کچھ مال اس مشترک کاروبار سے حاصل ہوا اس میں سے اگر ہر بھائی کے حصہ میں اتنا مال آتا ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہو تو ہر بھائی کے ذمہ جدا جدا قربانی واجب ہوگی اور اگر اتنے مال سے کم حصے میں آتا ہو تو کسی کے ذمہ بھی واجب نہیں ہے۔ (19) اگر والد کی موجودگی میں اس کے ساتھ شریک ہو کر کئی بیٹے کاروبار کرتے ہوں اور کھانا پینا سب کا ایک جگہ ہو تو کل مال والد کا ہوگا اور اسی کے ذمہ قربانی واجب ہوگی ہاں اگر کسی بیٹے کی ملکیت میں کسی اور ذریعہ سے بقدر نصاب ہو تو اس بیٹے یا اس بیٹے کی بیوی پر علیحدہ قربانی واجب ہوگی (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۳۰ ج ۲) (20) قربانی کا جانور اگر شہر میں ہے تو پھر چاہے قربانی کرنے والا گاؤں میں ہو تو عید کی نماز سے پہلے ذبح کرنا درست نہیں۔ اور اگر قربانی کا جانور گاؤں میں ہو تو اس کا نماز عید سے پہلے صبح صادق کے بعد ذبح کرنا جائز ہے۔ (21) اگر کسی شخص کا حصہ اس کی اجازت کے بغیر مقرر کر لیا گیا ہو تو اگر ذبح کرنے سے پہلے اس کی اجازت حاصل کر لی گئی تب تو قربانی درست ہو جائے گی ورنہ دوسرے حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی، ہاں اگر اس کی طرف سے قربانی کر کے ثواب پہنچانا چاہے تو اس کی اجازت کی ضرورت نہیں دوسرے کی طرف سے واجب قربانی ادا ہونے کیلئے اس کی اجازت شرط ہے۔

(22)اگر قربانی کے تین دنوں میں خرید کر جانور کو قربانی کیلئے متعین کر دیا گیا ہو اب اس کے بدلے میں دوسرا جانور اتنی ہی قیمت سے خرید کر قربانی کرنا بھی مکروہ ہے اور اگر اسے کم قیمت پر خریدا ہو تو باقی رقم صدقہ کرے۔ (23)قربانی خریدتے وقت قربانی کی نیت کی مگر ذبح بغیر نیت کے کر دیا تو قربانی ہو جائیگی خریدتے وقت جو نیت تھی وہی کافی ہے۔ (24)اگر جانور کا فروخت کرنے والا اس کی عمر پوری بتلاتا ہے اور ظاہری حالات اس کے بیان کو جھٹلاتے نہیں تو اس کا اعتبار کر لینا جائز ہے۔ (25)حاملہ جانور کی قربانی درست ہے، البتہ جو جانور بچہ دینے کے قریب ہو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (26)قربانی کرنے والے نے ذبح کرنے والے کے ساتھ چھری ہاتھ میں پکڑی اب ذبح کے وقت ان دونوں میں سے اگر ایک نے بھی دانستہ بسم اللہ چھوڑ دی تو جانور حرام ہو جائے گا۔ (27)کسی نے میت کو ثواب پہنچانے کیلئے اپنے مال میں سے قربانی کی تو اس گوشت میں سے کھانا اور کھلانا تقسیم کرنا سب درست ہے، اگر میت کی وصیت پر اس کے ترکہ میں سے قربانی کی گئی ہو تو اس قربانی کے تمام گوشت وغیرہ کا خیرات کر دینا واجب ہے۔ (28)قربانی کی کھال اور گوشت وغیرہ سے قصاب کو اجرت دینا منع ہے۔ (29)ایسے دبلے کمزور جانور کی قربانی ناجائز ہے جس کی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو اگر اتنا کمزور نہ ہو تو جائز ہے۔ (30)بعض لوگ چرم قربانی کی قیمت بیوہ عورتوں کو دے دیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے پاس سونا چاندی کا زیور یا نقدی تو بقدرِ نصاب نہیں ہے، اسی طرح یہ دستور ہے کہ اس کی قیمت کو بہنوں وغیرہ کا حق سمجھا جاتا ہے اور مالدار بہنوں بیٹیوں کو دے دیتے ہیں یہ درست نہیں البتہ بیوہ عورت یا بہن اگر غریب ہو تو اس کو دے سکتے ہیں۔

مولانا ضیاء الرحمٰن جالندھری ملتان

تذکرۂ رواۃ حدیث اول صحیح بخاری شریف

(آخری قسط۳)

حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ

اسم مبارک مع شجرہ نسب :

یحییٰ نام ، کنیت ابوسعید، لقب شیخ الاسلام ۔ سیدنا یحییٰ بن سعید بن قیس بن عمرو بن سہل بن ثعلبہ بن حارث بن زید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن تیم اللہ (نجار) بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔

ولادت باسعادت :

حضرت یحییٰ بن سعید انصاری کی ولادت عہد ولید بن عبدالملک رحمہ اللہ تعالیٰ بن مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اموی میں ۹۰ ھ بمطابق ۶۷۸ء پیدا ہوئے ۔

شیوخ :

اگرچہ یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس دور کے بزرگ ہیں، جب کہ عہد صحابہ کرام کی بہار آخر ہوچکی تھی ، پھر بھی جو بافقیات صالحیات رہ گئے تھے، یحیی نے ان سے پورا فائدہ اٹھایا تھا، چنانچہ صحابہ کرام اور کبار تابعین میں سے جن حضرات سے علم دین حاصل کیا اور احادیث کا سماع کیا، ان حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

سیدنا انس بن مالک انصاری، سیدنا سائب بن یزید کندی اسدی، سیدنا اسعد بن سہل انصاری، سیدنا سعید بن مسیب بن حزن مخزومی ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف زہری، عمرہ بنت عبدالرحمن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زرارہ انصاریہ مدنیہ ، امام

قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیمی قریشی ، سعید بن یسار مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ، ابو زبیر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ، نافع رحمہ اللہ تعالیٰ مولیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، محمد بن یحییٰ انصاری مازنی مدنی الفقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

فضل وکمال :

یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ علمی اعتبار سے اپنے دور کے ممتاز ترین تابعین میں تھے ۔ ان کی علمی جلالت پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے ۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق ، جلالت اور امامت پر سب کا اجماع ہے ۔ حافظ ذہبی ان کو امام اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں ۔ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں اکابر حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے ۔ ابی حاتم انہیں امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھتے تھے ۔ مدینہ کے دو شخص ایسے تھے جن کی ذات سے مدینۃ الرسول کا علم محفوظ رہا ، ایک زہری رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرے یحیی بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ ، اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو بہت سے سنن ضائع ہوجاتے ۔

ابن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق ان کی مرویات کی تعداد تین سو ہے ، اور یزید بن ہارون رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ انہوں نے ان کی تین ہزار حدیثیں حفظ کی تھیں ۔

تلامذہ :

ان کے خوشہ چینوں کا دائرہ نہایت وسیع تھا ، ان میں سے بعض نامور تلامذہ درج ذیل ہیں : ۔

ہشام بن عروہ ، یزید بن الہاد ، ابن عجلان ، یزید بن ہارون ، ابن جریج ، اوزاعی ، مالک بن انس اصبحی ، محمد بن فضیل کوفی ، زہیر بن معاویہ ، سعید بن ابی عروہ ، ابن اسحق ، سفیان بن عینیہ ، سفیان ثوری ، حماد ، ابن مبارک ، وہیب ، شعبہ ، یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن سعید اموی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ۔

فقہ :

فقہ میں بھی وہ امتیازی پایہ رکھتے تھے، ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے تھے کہ میں نے یحییٰ سے بڑا فقیہ مدینہ میں نہیں چھوڑا، ان کے تفقہ کی ایک سند یہ بھی ہے کہ وہ مدینۃ الرسول کے جو مخزن فقہا تھا، قاضی تھے۔ مروان بن الحکم اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حج کے موقع پر منادی کی جاتی تھی کہ حجاج بن یوسف ثقفی کو یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا فتوی نہ دے۔

عہدہ قضاء :

ابتداء میں مدینہ کے قاضی تھے، پھر دولت عباسیہ کے قیام کے بعد ابو جعفر منصور عباسی نے انہیں بلاکر قاضی القضاء کے جلیل القدر منصب پر ممتاز کیا، مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں ان کی مالی حالت نہایت خواب ہوگئی تھی، بڑی عسرت سے زندگی بسر کرتے تھے، بہت مقروض ہوگئے تھے، عین اسی زمانہ میں منصور نے عہدہ قضاء کے لیے طلب کیا، اس عہدہ پر تقرر کے دو مہینے کے اندر ان کی حالت درست ہوگئی اور کل قرض ادا ہوگیا۔

وصال :

حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ابو جعفر عبداللہ منصور بن محمد عباسی کے عہد میں ۱۴۶ھ بمطابق ۷۶۴ء کو ہاشمیہ میں وصال پائی۔

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ابن مندہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور اسد الغابہ کے مصنف علامہ ابن محمد الجزری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فہرست میں کیا ہے، اور حاتم ابو احمد اور نیز اور لوگوں نے آپ کو تابعین میں ذکر کیا ہے۔ ابو عمر کا قول ہے کہ واقدی نے ذکر کیا کہ آپ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے، اور ابن مندہ نے کہا ہے کہ ان سے ان کے بیٹے عمرو بن علقمہ لیثی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ یہ کہتے تھے میں غزوہ خندق میں شریک تھا اور اس وفد میں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تھا۔

اسم مبارک مع شجرہ نسب :

علقمہ نام ، کنیت ابو یحییٰ ۔ سیدنا علقمہ بن وقاص بن محصن بن کلدہ بن عبدیالیل بن طریف بن عتوارہ بن عامر بن مالک بن لیث بن بکر بن عبدمناۃ بن کنانہ بن خذیمہ لیثی عتواری مدنی ۔

شیوخ :

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جن حضرات سے علم دین حاصل کیا اور احادیث کا سماع کیا، ان حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

سیدنا عمر بن الخطاب عدوی ، سیدنا عمرو بن العاص قریشی ، سیدنا بلال بن حارث مزنی مدنی ، سیدنا امیر معاویہ بن سیدنا ابوسفیان اموی ، سیدنا عبداللہ بن عمر ، سیدنا عبداللہ بن عباس ہاشمی قریشی ، ام المؤمنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق ''عبداللہ'' بن ابی قحافہ ''عثمان'' ''تیمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

تلامذہ :

ان سے ان کے بیٹے عمرو ، عبداللہ اور محمد بن عبداللہ الزہری ، محمد بن ابراہیم تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، عمرو بن یحییٰ مازنی ، یحییٰ بن نضر انصاری اور ابن ابی ملیکہ یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فیض پایا۔ ابن سعد نے ان کی توثیق کی ہے۔

وصال : آپ نے مدینہ منورہ میں عہد عبدالملک رحمۃ اللہ تعالیٰ بن مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اموی میں ۸۰ ھ بمطابق ۶۹۹ ء کو وصال پائی ۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم مبارک :

عمر نام، کنیت ابو حفص، القاب فاروق، مراد رسول۔

شجرہ نسب پدری :

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر لملقب بہ قریش۔

شجرہ نسب مادری :

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر لملقب بہ قریش۔

ولادت باسعادت :

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ۱۳ ویں سال بمطابق ۵۸۲ء یعنی ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۰ سال قبل پیدا ہوئے۔

قبول اسلام :

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک ۳۳ سال کی تھی کہ مکہ کی ایک پہاڑی پر دار ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد بروز جمعرات ماہ ذوالحجہ ۶ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو داعی حق کو لبیک کہا۔

غزوات :

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً تمام غزوات میں شرکت کی اور شجاعت و سخاوت کے جوہر دکھائیں غزوہ بدر (۱۷/ رمضان ۲ ھ بروز منگل) میں اسلامی لشکر میں

سب سے پہلے شہادت کا اعزاز جس صحابی رسول کو ہوا وہ سیدنا مجمع بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔

بیعت و خلافت :

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد بروز منگل ۲۲/جمادی الثانی ۱۳ ھ بمطابق ۲۲/اگست ۶۳۴ء کو کی، اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۷ دن تھی۔

حدیث شریف :

سلسلۂ احادیث میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع احادیث مروی ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کل روایتوں کی تعداد ۵۳۹ ہے، جن میں تین متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہیں اور آٹھ صرف بخاری اور پانچ صرف مسلم میں، اس طرح صحیحین میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کل ۱۶ مرویات ہیں۔

تلامذہ : آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے ان میں سے کچھ تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :۔

سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا طلحہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبدالرحمن بن عوف، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا ابوذر، سیدنا عمرو بن عبسہ، سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا انس، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا ابوموسی اشعری، سیدنا براء بن عاذب، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت علقمہ بن وقاص اللیثی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہیں۔

شہادت :

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۶/ذوالحجہ ۲۳ ھ بمطابق ۲/نومبر ۶۴۴ ء کو بدھ کی صبح مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز فجر پڑھا رہے تھے کہ اچانک ایک فارسی النسل شخص ''ابولؤلؤ فیروز'' نامی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خنجر سے وار کردیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین دن تک زخمی حالت میں رہے اور پر ۶۳ سال کی عمر مبارک میں ۲۹/ذوالحجہ ۲۳ ھ بمطابق ۵ نومبر ۶۴۴ ء کو ہفتہ کے روز ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا کو خیرباد کہ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ :

دوسرے دن (یکم / محرم الحرام ۲۴ ھ بمطابق ۶ نومبر ۶۴۴ ء) اتوار کو سیدنا صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی ، اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں (احناف کا بھی یہی مسلک ہے)۔ نماز جنازہ کے بعد روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امام الانبیاء خاتم المرسلین حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یارِ غار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بائیں جانب پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔

حلیہ مبارک :

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ مبارک سرخ و سپید، قددراز، چہرہ قدرے لمبا، پُر وجاہت، بارُعب، قوی بدن، سر کے بال گرے ہوئے، ہمیشہ ہلمٹ پہنا کرتے، دونوں ہاتھوں سے یکساں کام کرتے اور بہت ہی طاقتور تھے۔

ازواج و اولاد : سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یکے بعد دیگرے آٹھ شادیاں کیں، جن سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل اولادیں ہوئیں :۔

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، عبیداللہ، عاصم ، زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم ، رقیہ ، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب: میری امی جان حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تالیف: انجم نیازی

ناشر: دارالامین لاہور صفحات: ۲۲۴

زیر نظر کتاب میں ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سوانح اور آپ کے فضائل ومناقب کو منظوم کلام کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، جو ایک عمدہ اور اچھی کاوش ہے۔ امید ہے کہ اہل ذوق حضرات اس کاوش کی قدر فرمائیں گے۔

نوٹ: کتاب کے نام میں ام المؤمنین کا نام صرف حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لکھا ہے، اگر حفصہ کے ساتھ ام المؤمنین یا سیدہ وغیرہ کا لفظ لکھ دیا جاتا تو ذرا زیادہ مناسب تھا۔ امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس پر غور کر لیا جائے گا۔

نام کتاب: اشاعت خصوصی سہ ماہی انوار اسلام مرتب: مولانا مفتی محمد احمد انور صاحب

ناشر: جامعہ اشرفیہ مانکوٹ تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال صفحات: ۵۰۴

امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، صرف ونحو کا ذوق رکھنے والا ہر طالب علم ان علوم میں آپ کے مقام اور مرتبہ سے آگاہ ہے۔ ضرورت تھی کہ آئندہ نسل کو بھی آپ کی عظیم علمی شخصیت سے واقف رکھنے کے لیے آپ کے حالات زندگی اور علمی افادات کو مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ الحمد للہ کہ حضرت کے صاحبزادگان نے اس عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا اور حضرت کی علمی اور عملی زندگی کے مخفی گوشوں کو اجاگر کر کے اس ضرورت کو پورا کیا۔ حضرت کے حالات زندگی اور پاکستان بھر کے جید علماء کرام کے تأثرات پر مشتمل یہ گلدستہ حضرت رحمہ اللہ

تعالیٰ کے متوسلین اور تلامذہ کے لیے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ امید ہے کہ اہل علم حضرات اس کاوش کی قدر فرمائیں گے۔

نام کتاب: اعتراف ذنوب مؤلف: حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

اعتراف قصور مؤلف: حضرت مولانا محمد قمر الزمان الٰہ آبادی دامت برکاتہ

ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ صفحات: ۳۸۴

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب دو بزرگ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہ کے رسائل کا مجموعہ ہے جس میں توبہ کی فضیلت اور اہمیت سے روشناس کرایا گیا ہے اور اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے نیز انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام، علماء وصلحاء کے اعتراف ذنوب اور اعتراف قصور کے عجیب وغریب بصیرت افروز واقعات پُر اثر انداز میں جمع کئے گئے ہیں، جو ان شاء اللہ تعالیٰ سالکین اور طالبین جنت کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کا مطالعہ عوام وخواص سبھی کے لیے مفید ہوگا۔

نام کتاب: والد کا پیغام اولاد کے نام مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی زید مجدہم

ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ صفحات: ۲۵۲

اس کتاب میں مولانا عبدالقیوم حقانی زید مجدہم نے اپنی اولاد کے لیے خصوصی وصایا اور ہدایات جمع کی ہیں۔ نیز قلبی کیفیات اور اپنے حالات ومشاہدات تحریر کیے ہیں۔ جو ان شاء اللہ تعالیٰ جہاں ان کی اولاد کے لیے نور ہدایت اور عمل صالح کا ذریعہ ہیں اسی طرح تمام مسلمانوں کی اولاد کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہوں گی۔ اور یہ کتاب والدین اور اولاد کے لیے تعلیم وتربیت اور حقوق وفرائض کے حوالہ سے ایمان افروز اور حسین وشاہکار مضامین کا مجموعہ ہے۔ امید ہے کہ قدردان حضرات اس کی قدر فرمائیں گے۔

نام کتاب: مقصد بعثت اور رسومات میلاد افادات: حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہم
مرتب: مولانا عبدالرحمٰن خان انس نعمانی ناشر: حق چار یار اکیڈمی محلہ حیات النبی گجرات صفحات: ۸۴

زیر نظر رسالہ کے اندر سوال وجواب کے آسان اسلوب اور نہایت آسان اور شائستہ زبان میں مقاصد بعثت اور مروجہ رسومات میلاد کی ناصحانہ طرز پر تردید کی گئی ہے۔ اور آخر میں بطور ضمیمہ کے مولوی احمد رضا خان بریلوی کا رسالہ ''نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال'' اور مولانا شبلی نعمانی اور علامہ سید محمد سلیمان ندوی کا ناصحانہ فتویٰ ''تعزیہ حرام ہے'' بھی شائع کیے گئے ہیں۔

نام کتاب: منہج الشیخ محمد اسحٰق خان المدنی فی تفسیرہ زبدۃ البیان فی تفسیر القرآن
کاوش: ام کلثوم ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ صفحات: ۲۵۰

زیر نظر کتاب میں حضرت مولانا محمد اسحٰق خان مدنی کی تفسیر ''زبدۃ البیان'' کا منہج بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دراصل بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، شعبہ تفسیر وعلوم القرآن میں ایم فل کی طالبہ ام کلثوم کا مقالہ ہے، جسے انہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے عربی زبان میں تحریر کیا ہے۔ امید ہے کہ اہل علم حضرات اس سے استفادہ کریں گے۔

نام کتاب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کا علمی جائزہ
افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب مدظلہ
مرتب: مولانا سعید الحق جدون ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ صفحات: ۶۴

زیر نظر رسالہ میں سراج الملۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر کیے جانے والے اعتراضات کا علمی اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جسے مولانا سعید الحق جدون زید مجدہ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے دروس، ملفوظات اور خطبات سے استفادہ کر کے مرتب کیا ہے۔ امید ہے کہ معترضین نظر انصاف سے اس کا مطالعہ فرمائیں گے۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبارالجامعہ

۱۶/شعبان المعظم ۳۴ھ: جامعہ حقانیہ للبنات میں حضرت صدر جامعہ مدظلہم کے بیان سے چالیس روزہ فہم دین کورس کا آغاز ہوا۔ ۱۹: حضرت مدظلہم جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا تشریف لے گئے ۔ بعد نماز عصر سالانہ شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۲۳: حضرت مدظلہم نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔ ۲۷: حضرت مدظلہم نے مدرسہ امدادالعلوم اسلام آباد میں اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

۶: رمضان المبارک: حضرت مدظلہم نے گھر میں خواتین سے روزہ کے متعلق بیان فرمایا۔ رمضان المبارک کی اکیسویں شب سے جامعہ کے زیر انتظام مختلف مساجد کے اندر تراویح میں قرآن پاک کی تکمیل کا سلسلہ شروع ہوا جس میں حضرت مدظلہم اور حضرت مولانا محمد ظفر اللہ صاحب زید مجدہم نے بیانات فرمائے اور انتیسویں شب میں جامع مسجد حقانیہ میں تراویح میں قرآن پاک مکمل ہوا، ہر سال کی طرح اس سال بھی مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع سے حضرت صدر جامعہ اور حضرت مولانا علامہ عبدالغفار تونسوی صاحب دامت برکاتہما نے مفصل خطاب فرمایا۔

یکم شوال: حضرت مدظلہم نے عیدگاہ حقانیہ میں مسلمانوں کے بڑے اجتماع سے مفصل بیان کرنے کے بعد نماز عید کی امامت اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ ۹: حضرت مدظلہم نے ادارہ غفران پنڈی میں سالانہ شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۱۰: حضرت مدظلہم نے جھاٹلہ تلہ گنگ میں افتتاح بخاری شریف کے موقع پر بیان فرمایا۔ ۱۲: حضرت مدظلہم نے پلے گراؤنڈ ساہی وال میں ایک تاریخی اور سیاسی جلسہ عام سے بیان فرمایا۔ ۱۵: حضرت

مدظلہم کے عم مکرم و بزرگ جناب سید عبدالعلیم ترمذی صاحب کافی عرصہ علیل رہ کر اشرف ہسپتال سرگودھا میں انتقال فرما گئے ،اناللہ وانا الیہ راجعون ۔نماز جنازہ اگلے دن صبح دس بجے ہائی سکول کے گراؤنڈ میں حضرت مدظلہم نے پڑھائی ،جس میں طلبہ وعلماء کے علاوہ علاقہ بھر سے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

نئے تعلیمی سال کا آغاز: مؤرخہ ۵ /شوال المکرم سے جامعہ میں عید کی تعطیلات ختم ہوگئیں اور اساتذہ اور طلبہ کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔۹ /شوال المکرم کو درجات حفظ میں باقاعدہ پڑھائی کا آغاز ہوگیا جبکہ درجہ کتب کے داخلوں کا سلسلہ ۹ /شوال المکرم سے شروع ہوا اور ایک ہفتہ تک رہا جس کے بعد حضرت مدظلہم نے درجہ کتب کی تعلیم کا افتتاح فرمایا اور باقاعدہ اسباق کا سلسلہ شروع ہوگیا۔جبکہ درجہ تخصص فی الفقہ کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ۲۵ شوال المکرم کو حضرت مدظلہم نے فرمایا۔

سہ روزہ حج تربیتی کورس :۲۶ /شوال المکرم سے جامعہ میں سہ روزہ حج تربیتی کورس کا آغاز حضرت مدظلہم کے بیان سے ہوا،اور پھر بعد میں تین دن تک حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب زید مجدہم نے عازمین حج کو حج کی عملی تربیت دی۔الحمدللہ شہر اور مضافات سے مرد وخواتین کی کثیر تعداد نے اس میں شرکت کی اور مستفید ہوئے۔ خواتین کے لیے پردہ کا علیحدہ انتظام کیا گیا تھا۔

جامع مسجد ترمذی: جامعہ حقانیہ ساہی وال فروکہ روڈ پر الحمدللہ وسیع وعریض جامع مسجد ترمذی کے تہہ خانہ کی فونڈیشن چوالیس لاکھ روپے (4400000) کی خطیر رقم سے مکمل ہوگئی ہے اور اب پلروں ، پردی اور تہہ خانہ کی چھت کی تعمیر کے مرحلہ کا آغاز ہو رہا ہے جس کا تخمینہ ایک کروڑ روپے (10000000) کے لگ بھگ ہے۔قارئین کرام سے سہولت کے ساتھ تکمیل کی دعا کی درخواست ہے۔